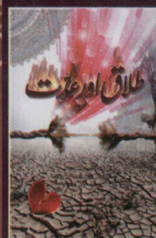
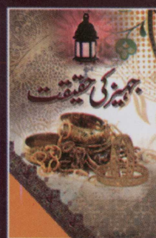
تحفۂ نکاح

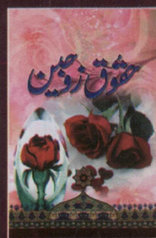
نکاح کا اسلامی تصوّر

مفتی محمد شاکر نوری دامت برکاتہم العالیہ









شاکر پبلی کیشنز لاہور

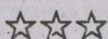
تحفۂ نکاح

نکاح کا اسلامی تصوّر

مفتی محمد شاکر نوری دامت برکاتہٗ عالیہ

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون 042-37240084
قیمت =/160 روپے

آئینہ کتاب



پیش لفظ

فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

خالق کائنات اللہ عزوجل نے انسانوں کی تمام شعبہ ہائے زندگی میں کامیابی وکامرانی کے لیے واضح قانون اور روشن آئین عطا فرمائے، حیات انسان کے جملہ مسائل کے تصفیہ کے لیے انہیں کسی بھی اعتبار سے بے یارومددگار اور بے کس ولاچار نہ چھوڑا، خواہ ان کا تعلق ذاتی زندگی سے ہو یا خاندانی اور عائلی شعبہ سے، سماجی ومعاشرتی جہات سے ان کا تعلق ہو یا وہ ملکی وبین الاقوامی امن ویگانت اور بھائی چارگی سے مربوط ہوں، زندگی کے ہر زاویے کو قانون بخشا، ہر جہت کو دستور عطا فرمایا، ورنہ انسان افراتفری کا شکار ہو جاتا، لاقانونیت اور لادینیت کا عفریت انسان کی روح حیات کو دیمک کی طرح چاٹ جاتا، وہ آوارگی اور ناکامی ونامرادی کے دل دل میں دھنستا چلا جاتا، خدائی قانون جو بھی اترا اس کے اندر تمام انسانوں کی صلاح وفلاح اور بقائے باہمی کا عنصر کارفرما نظر آتا ہے، قرآن نے واضح اعلان فرمادیا: اللہ عزوجل اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم نہیں فرماتا، وہ تو رحم وکرم کی برکھا اتارتا ہے، بندوں کو اپنی رحمت وعنایت سے مالا مال کردینا اس کی صفت رحمٰن ورحیم کا خاصہ ہے۔

انسانوں کو زندگی کے ہر میدان میں خدائی قانون کی ضرورت ہے، انسانوں کو نفس کی غلامی سے آزادی دلانے کے لیے شریعت اسلامی نے اپنا قانون "قرآن عظیم اور احادیث رسول" کی شکل میں پیش فرمایا، جن میں ایک انتہائی اہم اور خاندانی ومعاشرتی زندگی کا جزءِ لاینفک ضابطہ "نکاح وطلاق" ہے، نکاح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک ومسعود سنت ہے، نکاح انسان کو باعزت بناتا ہے، نکاح دلوں کو حیا کا نور عطا کرتا ہے، نکاح پاک دامنی اور تقدس کی سند دیتا ہے، نکاح انسانوں کو بدنگاہی سے بچاتا ہے، اس لیے سخت ضرورت ہے کہ اس قانون کا مطالعہ کیا جائے، اس کے دیگر گوشوں کو ذہن نشیں کیا جائے، اور شادی ونکاح کی بدنامی کا ذریعہ بننے والے اسباب وعلل کا پتہ لگا کر ان کے سد باب کی کامیاب کوشش کی جائے، امت مسلمہ کے ہر فرد کی مشترکہ ذمہ داری ہے، شادی بیاہ کے نام پر وبائی امراض کی طرح معاشرے کا ناسور بننے والے خلاف شریعت رسم ورواج نے ایک ہیجان برپا کر دیا ہے، جہیز کے بے جا مطالبات، طلاق کی کثرت، فضول خرچی اور ڈپریشن نے قوم مسلم کی عائلی اور خاندانی زندگی کو جہنم بنا دیا ہے، اس لیے ضرورت ہے امت کے ہر شخص کو بیدار ہونے کی، ایک مستحکم لائحہ عمل طے کرنے کی، ورنہ وہ دن دور نہیں جب ہم اپنی شناخت کھو دینے کا گناہ کبیرہ کر بیٹھیں گے اور دنیا ہنستی، ہمارا انداق اڑاتی ہماری تہذیب وتمدن اور طرز معاشرت پر پھبتیاں کسے گی اور ہم اس کا نشان بنتے رہیں گے۔

انہیں وجوہات کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت اسلامی کے روح رواں حضرت مولانا حافظ وقاری محمد شاکر نوری رضوی دام ظلہ نے نکاح وطلاق سے متعلق یہ چار کتابیں مرتب کی ہیں اور مستند حوالوں سے ان کے مسائل شرعیہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔(۱) نکاح کا اسلامی تصور (۲) حقوق زوجین (۳) جہیز کی حقیقت (۵) طلاق وعدت کے احکام۔ مجھے ان کتابوں کے مشمولات کی تفصیل میں نہ جا کر قارئین اہلِ سنت سے ضروری گزارش کرنی ہے کہ یہ مسائل آپ کی زندگی کے لیے انتہائی اہم، بے حد حساس اور نازک ترین ہیں، کیا آپ کے دل میں ان کے مطالعہ اور اپنی عملی زندگی میں انہیں رائج کر لینے کی تڑپ اب بھی پیدا نہ ہوگی، خدارا!! اپنی دنیوی زندگی کو خالص اسلامی بنائیں اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال ہوں۔

،دعوت اسلامی کے وسر براہ حضرت مولانا محمد شاکر نوری دام ظلہ کی اس سے قبل ایک درجن کے قریب کتابیں منظر عام پر آکر مقبولیت کے مراحل طے کرچکی ہے، کتابوں کی اشاعت وطباعت کے لیے ان کا اپنا ایک مکتبہ ''مکتبۂ طیبہ'' کے نام سے باقاعدہ فعال ہے، رضویات کے باب میں بھی اس نے کئی کتابیں شائع کی ہیں جن میں ''امام احمد رضا اور اہتمام نماز، امام احمد رضا اور مدینۂ منورہ اور مصری صحافت میں امام احمد رضا کے جلوے'' قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ برکاتِ شریعت، گلدستۂ سیرت النبی، ماہِ رمضان کیسے گزاریں؟ خواتین کے واقعات، خواتین کا عشق رسول، (از: دعوت اسلامی) مبارک راتیں (از: محقق مسائل جدیدہ) جشن بہاراں (از: پروفیسر مسعود احمد) اسلام کے اصول (از: علامہ عبدالعلیم میرٹھی) کے نام گنائے جاسکتے ہیں۔امیر دعوت اسلامی، ڈاکٹر اقبال کے اس شعر ؂

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

کی عملی تصویر ہیں، ہر وقت نئے نئے منصوبے تیار کرنا، علما و محققین اہل سنت سے مشورہ لینا اور علمی تعاون کے بعد پورے منصوبے کو زمین پر اتار کر فلک پیما بنانے کا ہنر جانتے ہیں، اور رحمت خداوندی ان کی بھرپور دستگیری کرتی ہے، آپ ایک عمدہ مصلح قوم، اسلام کے مبلغ اور جاندار خطیب، صاحب ذوق نعت گو شاعر، شگفتہ وشستہ لب ولہجے کے مالک مولف ومصنف ہیں اور ہر لمحہ اپنی دینی ومذہبی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرنے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں، بقول شہزادۂ شعیب الاولیاء علامہ عبدالقادر علوی دام ظلہ:

''موصوف اپنے گوناگوں خصائل حمیدہ کے سبب خواص علما ومشائخ کی نگاہ میں انتہائی قدر وعزت سے دیکھے جاتے ہیں، اصلاح عقائد واعمال

وسر براہ کی حیثیت سے ان کی مذہبی خدمات کا سلسلہ کئی براعظم تک پھیلا ہوا ہے''

اور مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ کے بقول:

''مولانا شاکر علی نوری دام مجدہم مذاق طبع کے لحاظ سے ایک اچھے مبلغ اور خطیب ہیں''

صاحب کتاب کی ہر میدان میں کامیابی کے راز کا افشا کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مولانا نے نوری پیر (حضور مفتی اعظم ہند) سے جو اکتساب نور کیا وہ قابل رشک ہے، کیوں کہ مرشد برحق کے فیضان نے انہیں سنت کا عامل بھی بنا دیا اور شریعت کا مبلغ بھی''

واہ! کیا کہیے، سبحان اللہ! یہ بڑوں کی زبان وقلم سے نکلی ہوئی شگفتہ باتیں ہیں، ہم جیسے چھوٹوں کا اظہار خیال نہیں، بڑوں کی باتیں سند ہوا کرتی ہیں اور چھوٹوں کے تاثرات مبالغہ کے کھاتے میں ڈال دیئے جاتے ہیں، بہر حال یہ کتابیں اس لائق ہیں کہ ان کا پورے ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور ان میں پیش کئے گئے نکات ومسائل شرعیہ پر عمل کرنے کا جذبۂ دینی اپنے دلوں میں راسخ کر لیا جائے۔

اللہ عزوجل ان کتابوں کو مقبول عام کرے اور صاحب کتاب کی جملہ خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے اور انہیں بیش از بیش دین وسنیت اور مسلک امام احمد رضا کے فروغ کی توفیق بخشے، آمین۔

طالب دعا

محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی عفی عنہ

۱۹؍شوال المکرم ۱۴۳۱ھ شب پنج شنبہ

احوال واقعی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

وعلی اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ ﷺ

قارئین کرام!

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی دو بڑی نعمتیں ہمیں ایسی میسر ہوئیں کہ ان سے بڑی کوئی نعمت نہیں، اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات، اگر پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لانا نہ ہوتا تو نہ ہمیں اسلام ملتا اور نہ رحمٰن اور نہ قرآن۔ قرآن مقدس میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا. اور یہ بھی فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ جب رب تعالیٰ کی حمد بجا لاتے ہیں تو یوں عرض کرتے ہیں کہ

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

لیکن کم نصیبی یہ ہے کہ آج اُمت مسلمہ پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسلام سے اپنے رشتے کو کمزور کر چکی ہے، جس کی وجہ سے مادیت کا غلبہ اور مغربی تہذیب کا عشق جنون کی حد تک بڑھ چکا ہے، اس کی وجہ سے دارین کے نقصان سے مسلمان دوچار ہے، کاش! مسلمان کو یہ معلوم ہوتا کہ اسلام کتنی عظیم نعمت ہے کہ ہر نبی نے اپنی اولاد کو اسی پر قائم رہنے کا حکم دیا خواہ وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں یا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں، اور پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرما کر ہمیں اسلام دے کر اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (کنز الایمان)

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بحیثیت مسلم ہمارے لیے قانون اسلام کی پابندی بے حد ضروری ہے اور یہ پابندی صرف چند رسومات کی ادائیگی میں محدود نہیں بلکہ پیدائش سے لے کر موت تک پیش آنے ہر مسئلہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ضروری ہے جیسا کہ اللہ عزوجل قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً (ترجمہ): اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد شریعت موسوی کے بعض احکام پر قائم رہے، شنبہ یعنی سنیچر کی تعظیم کرتے، اس روز شکار سے پرہیز لازم جانتے اور اونٹ کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں تو مباح ہیں ان کا کرنا ضروری نہیں اور توریت میں ان سے اجتناب لازم کیا گیا ہے تو ان کے ترک کرنے میں اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور شریعت موسوی پر عمل بھی ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے احکام کا پورا اتباع کرو یعنی توریت کے احکام منسوخ ہو گئے اب ان سے تمسک نہ کرو۔ (خزائن العرفان بحوالہ خازن)

آج ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کے لیے ہی ہمیں اسلامی احکام درکار ہیں باقی پوری زندگی من مانی اور طبیعت کی غلامی میں گزارنا چاہیے اور یہ صرف سوچ نہیں بلکہ عملی طور پر آج اس طرف امت مسلمہ گامزن ہے خواہ بچے کی ولادت کے بعد کی تقریب ہو یا شادی بیاہ کی تقاریب۔ یاد رکھیں جب تک ہم اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے پابند نہ ہوں گے کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ایک عرصہ سے یہ خیال دامن گیر تھا کہ امت مسلمہ کو اصلاحی اصول زندگی سے واقف کرایا جائے اور زندگی کو مکمل طور پر اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ الحمدللہ! رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل معاشرہ کی اصلاح سے متعلق ادارہ معارف اسلامی کی جانب سے چار رسالوں کا یہ سیٹ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جس میں خاص طور پر نکاح کے مقاصد، نکاح میں غلط رسومات، میاں بیوی کے حقوق نیز چند ایسے الفاظ جو ازدواجی زندگی میں میاں بیوی ایک دوسرے کو بولتے ہیں جس کی وجہ سے نکاح پر اثر پڑتا ہے، اس کی قدرے معلومات فراہم کی گئی ہے، ظاہری بات ہے کہ دعوتی دوروں کی مصروفیت نیز کم وبیش ۲۷ اداروں کی ذمہ داریوں میں سے وقت نکال کر کتاب ترتیب دینا یہ امر نہایت ہی مشکل تھا لیکن اللہ جزائے خیر دے محب محترم مولانا مظہر حسین علیمی کو جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں لمحہ لمحہ میرا تعاون کیا اور یہ کتاب آپ تک پہنچانے میں ہم کامیاب ہوئے۔

گزارش: تحریک دعوت اسلامی کے شعبۂ تصنیف وتالیف وتحقیق سے متعلق قائم کردہ ''ادارہ معارف اسلامی'' کی مطبوعات کو آپ قبول بھی فرمائیں اور اس کے فروغ کے سلسلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور عوام تک پہنچا کر دین کو پھیلائیں۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ آپ کی معلومات کے ساتھ ساتھ آپ کی ازدواجی زندگی کو پرسکون بنائے گا۔ اپنی نیک دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں اور تحریک سنی دعوت اسلامی کے ہفتہ واری اجتماع نیز قافلوں میں شریک ہو کر دین کے خادم بنیں۔

عرض: ہمیں اپنی کم علمی کا بھرپور احساس ہے اس لیے اگر کوئی کمی کتاب میں نظر آئے تو ضرور مطلع کریں تا کہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرسکیں۔

طالب دعاو مغفرت:

عبدہ المذنب فقیر محمد شاکر نوری

بروز بدھ ۲۶ شوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خالق کائنات اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا (سورہ نساء آیت:۳)

ترجمہ: تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار، پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

نکاح کا لغوی معنی:

جذب ہونا، ایک شی کا دوسری شی سے مل جانا۔

نکاح کا شرعی معنی:

نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جو اس لیے مقرر کیا گیا ہو کہ مرد کو عورت سے جماع وغیرہ حلال ہو جائے۔ (بہار شریعت)

نکاح کی مشروعیت کتاب وسنّت اور اجماع سے ثابت ہے۔

فرمان الٰہی ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا (سورۂ نساء آیت:۳)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (سورہ نور آیت:۳۲)

اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ (کنزالایمان)

حدیث پاک میں ارشاد ہے: یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَآءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ (بخاری شریف: ۵۰۶۵؍ مسلم شریف: ۳۴۶۴)

اور نکاح کی مشروعیت پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔

اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مہر و نفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سُنَّت موکدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنا یا اتباعِ سُنَّت و تعمیل حکم یا اولاد حاصل ہونا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضائے شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔ (بہار شریعت بحوالہ درمختار و شامی)

شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہ کرے تو معاذ اللہ اندیشۂ زنا ہے اور مہر و نفقہ کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب۔ یوں ہی جب کہ اجنبی عورت کی طرف نگاہ اٹھنے سے روک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا تو نکاح واجب ہے۔ (درمختار و شامی)

یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔ (درمختار)

اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان و نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔ (بہار شریعت)

نکاح کس عمر میں ہو؟

حضرت ابو سعید اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے کوئی اولاد ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے پھر جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے اور اگر اولاد بالغ ہوئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے اس نے کوئی گناہ کر لیا تو باپ ہی پر اس کا گناہ ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح: ۳۱۳۸)

حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توریت شریف میں یہ مضمون لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی بیٹی بارہ سال کو پہونچ گئی اور اس نے (موقع مناسب ہوتے ہوئے) اس کا نکاح نہ کیا پھر اس نے کوئی گناہ کرلیا تو اس کا گناہ اسی شخص پر ہوگا یعنی باپ پر۔(رواہ البیہقی فی شعب الایمان:۳۱۳۹)

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں بہت قیمتی نصیحتیں موجود ہیں۔پہلی نصیحت یہ فرمائی گئی کہ تم میں سے کسی کے یہاں اولاد ہو تو اس کا اچھا نام رکھے۔بچوں کا اچھا نام رکھنا ماں باپ کی ایک اہم ذمے داری ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے روز تم اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے۔لہٰذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔(ابوداؤد شریف:۴۹۵۰)

بُرا نام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت ناپسند تھا،حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ“.
یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔(ترمذی:۳۰۷۳)

دوسری نصیحت اولاد کو ادب سکھانے کے بارے میں ہے۔ادب انسان کے لیے زینت ہے،پسندیدہ اعمال اور بلند اخلاق یہ سب ادب کے ذیل میں آتے ہیں،فرائض کا اہتمام اور ممنوعات سے بچنا آداب عبودیت میں سے ہے۔یوں ہی انسانوں کے ساتھ اس طرح پیش آنا کہ انہیں تکلیف نہ ہو یہ آداب معاشرت میں سے ہے۔افسوس! آج کل کے والدین پر کہ خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی یوروپ اور امریکہ جیسی بے حیا قوموں کے طرز زندگی کو اپناتے اور سکھاتے ہیں اور اس پر فخر کرتے تھکتے نہیں۔اللہ عزوجل ایسے افراد کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی گئی ہے کہ جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دیا جائے۔ آج کل اس نصیحت سے بہت غفلت برتی جا رہی ہے،انگریزی پڑھانے اور بڑی بڑی

ڈگریاں حاصل کرانے کے شوق میں لوگوں نے اس نصیحت کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ مگر نکاح تاخیر سے ہونے پر جو برائیاں جنم لے رہی ہیں اس سے کوئی عقل سلیم رکھنے والا انسان انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کردہ حدیث میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کو پہونچ گئی اور اس کا نکاح نہ کیا گیا اور اس سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔ بارہ سال کی عمر میں بچیاں عام طور پر بالغ ہوجاتی ہیں اس لیے اس عمر کا ذکر کیا گیا ہے۔

نکاح کے مقاصد: قرآن کی روشنی میں

نکاح کرنا عبادت ہے بشرطیکہ نیت اچھی ہو، رسول رحمت فخر انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری سُنّت پر عمل کرنا مقصود ہو۔ قرآن پاک کی آیات مقدسہ میں نکاح کے مقاصد کو نہایت واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس تعلق سے چند آیات ملاحظہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ مِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (سورۂ روم: ۲۱)

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری قدس سرہ اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''زندگی کی شاہ راہ بڑی کٹھن ہے، قدم قدم پر رکاوٹیں ہیں، ہجوم مصائب ہے، غموں

کے اندھیرے ہیں، ناکامیوں کے چرکے اور مایوسیوں کی وحشتیں ہیں۔اس کے باوجود حکم یہ ہے کہ اپنے خالق کو پہچانو اور اس کی مخلوق پر بھی ابرِ رحمت بن کر برسو، قعرِ دریا میں تختہ بند بھی کر دیا گیا ہے اور دامن تر مکن ہوشیار باش کا فرمان واجب الاذعان بھی سنا دیا گیا ہے۔

یہ طولِ سفر یہ نشیب و فراز
مسافر کہاں تک سنبھلتا رہے گا

لیکن اس کریم نے انسان کے شکستہ حوصلوں کو بلند رکھنے کے لئے، اس کے ڈگمگاتے قدموں کو ثبات بخشنے کے لئے، آلام و مصائب سے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اسی کی جنس سے بیوی کی صورت میں اسے ایک رفیقِ سفر بھی عطا کر دیا۔جنسی یگانگت کے علاوہ دونوں کے دلوں کو محبت اور رحمت کے پاکیزہ اور پختہ تعلقات سے جوڑ دیا ہے۔یہ سنگت صرف ان دنوں تک محدود نہیں جب صحت و شباب کا آفتاب چمک رہا ہو، جب حالات سازگار ہوں اور بخت بیدار ہو بلکہ محبت و پیار اور شفقت و ہم دردی کا یہ رشتہ کسی صورت میں نہیں ٹوٹتا، غموں کے اندھیرے جیسے جیسے گہرے ہوتے جاتے ہیں، محبت کی یہ شمع زیادہ نور افشانی کرنے لگتی ہے۔ جب حالات ناسازگار ہوں اس کی رفاقت میں مزید پختگی آجاتی ہے۔نیز ان کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔دونوں کی حسرتوں، آرزوؤں، اُمنگوں اور خوشیوں کی تکمیل کا راز ایک دوسرے سے وابستہ رہنے میں ہے۔

خود سوچئے! اگر محبت کا چراغ زندگی کی اس کٹھن راہ کو روشن نہ کرتا اور رحمت کا جذبہ ایک دوسرے کی دست گیری نہ کرتا تو اس سفرِ حیات کا انجام کتنا حسرت ناک ہوتا؟ تو ہزار جان قربان ہو اس خالقِ کریم پر جس نے مرد کی جنس سے عورت کو پیدا کیا اور پھر انہیں محبت اور رحمت کے رشتوں میں یوں پرو دیا کہ علاحدگی کا تصور تک پریشان کر دیتا ہے۔(ضیاء القرآن ج ۳ ص ۵۶۸)

قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے: هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ (سورۂ اعراف: ۱۸۹)

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔ (کنزالایمان)

قرآن پاک میں ہے: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا • (سورۂ فاطر: آیت ۱۱)

اور اللہ نے تمہیں بنایا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں کیا جوڑے جوڑے۔ (کنزالایمان)

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا • (سورۂ شوریٰ، آیت: ۱۱)

آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے بنائے اور نر و مادہ چوپائے۔ (کنزالایمان)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا • (سورۂ نبا: آیت ۸)

اور تمہیں جوڑے بنایا۔ (کنزالایمان)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ زوجیت قدرتِ الٰہیہ کا شاہکار ہے۔ خالق انسان رب تبارک وتعالیٰ یہ پسند نہیں فرماتا کہ کوئی بے زوج رہے، تنہا رہے، اسی لیے رب تعالیٰ نے اول البشر سیدنا حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنہا نہ رہنے دیا بلکہ ان کے بعد سب سے پہلے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا اور جب انسان نے اس زمین پر قدم رکھا تو وہ دو قدم نہیں، چار قدم تھا، تنہا نہیں، زوج تھا اور جنت سے آنے والا انسان جب جنت میں جائے گا تو وہاں بھی جوڑا ہی ہوگا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ؕ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِــُٔوْنَ. (سورۂ یٰسین آیت ۵۵، ۵۶)

یعنی بے شک جنت والے آج دل کے بہلاؤں میں چین کرتے ہیں وہ اور ان کی

بیبیاں سایوں میں ہیں، تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے۔(کنزالایمان)

انسان تو انسان ہے اللہ رب العزت نے تمام اشیا کا جوڑا بنایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ. (سورۂ ذاریات: آیت ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔(کنزالایمان)

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت سید علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مثل آسمان اور زمین اور سورج اور چاند رات اور دن اور خشکی اور تری اور گرمی اور سردی اور جن وانس اور روشنی وتاریکی اور کفر وایمان اور سعادت وشقاوت اور حق وباطل اور نرومادہ۔ ہر چیز کا جوڑا اس لیے بنایا گیا تا کہ انسان غور وفکر کرے اور سوچے کہ ان تمام جوڑوں کا پیدا کرنے والا فردِ واحد ہے، نہ اس کا نظیر ہے، شریک، نہ ضد، نہ ند وہی مستحق عبادت ہے۔(خزائن العرفان)

مقاصد نکاح: احادیث کریمہ کی روشنی میں

پہلے بیان کر چکا ہوں کہ نکاح اس لیے کرنا تا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّت پر عمل ہو جائے تو یہ عبادت ہے لیکن اگر خواہشات نفس کی تکمیل کے لیے نکاح کرے تو نکاح تو بہر حال ہو جائے گا مگر ثواب سے محروم رہے گا۔ اب وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں اللہ عزوجل کے پیارے رسول مدنی تاجدار کونین کے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح کے مقاصد کو واضح لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

(۱) ادائے سُنّت کی نیت سے نکاح کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنۡ رَغِبَ عَنۡ سُنَّتِیۡ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ (بخاری شریف: ۵۰۶۳/مسلم شریف: ۳۴۶۹)

جو میری سُنَّت سے اعراض کرے، وہ میرے طریقے پر نہیں۔

اور ایک حدیث میں ہے: مَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِیْ اَلنِّکَاحُ (کنز العمال: ۴۴۴۱۳)

جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے میری سُنَّت پر عمل کرنا چاہیئے بے شک نکاح کرنا میری سُنَّت ہے۔

اس حدیث پاک میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سُنَّت قرار دیا ہے اور نکاح کرنے پر ترغیب اور نہ کرنے پر تہدید بھی سنائی ہے۔

(۲) نسل انسانی کی افزائش کی نیت سے نکاح کرے۔

حضرت ابوداؤد بروایت حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌبِکُمُ الْاُمَمَ۔ محبت کرنے والی، بچے پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیوں کہ میں تمہاری کثرت تعداد کے باعث (بروز قیامت) دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔ (ابوداؤد شریف: ۲۰۵۲)

(۳) گناہوں سے بچنے کی نیت ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَآءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَہٗ وِجَآءٌ.

اے جوانو! تم میں سے جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نظر کو جھکاتا ہے اور شرم گاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیوں کہ اس سے خواہش نفس مرتی ہے۔ (مسلم شریف: ۳۴۶۴)

ہر انسان کے اندر خواہشات نفسانی ودیعت کردی گئی ہے، اب انسان کے سامنے جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے منکوحہ بیوی کا ہونا ضروری ہے، بصورت دیگر وہ گناہ کا

مرتکب ہوگا خدائے قہار وجبار کے غضب کا مستحق ہوگا لہٰذا استطاعت ہونے کی صورت میں نکاح کرلینا چاہئے تاکہ دنیا وآخرت کی رسوائی سے بچ سکے۔

محبت کے لیے نکاح سب سے اچھا طریقہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَمْ تَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ"۔ یعنی محبت کرنے والوں کے لیے نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز تم نے نہیں دیکھی۔ (ابن ماجہ شریف: ۱۹۲۰)

غور کیجیے کہ نکاح سے پہلے تک دو ایسے لوگ کہ ان میں کا ایک دوسرے کو جانتا ہی نہیں تھا، کس خاندان کا مرد اور کس خاندان کی عورت، ایک عربی دوسرا عجمی، ایک ایشیائی، دوسرا افریقی، جب شرعی نکاح ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے پر نثار ہوتا ہے اور الفت ومحبت وہ رنگ لاتی ہے کہ زندگی بھر ساتھ نہیں چھوٹتا۔ نکاح کے ذریعہ جو تعلق پیدا ہوتا ہے وہ لمحاتی اور وقتی نہیں بلکہ دائمی ہوتا ہے۔

نکاح کے مزید فوائد: ایک نظر میں

نکاح کے بہت سے فوائد ہیں یہاں کچھ کا ذکر اختصاراً کیا جاتا ہے۔

۱) نکاح سے نظروں کی حفاظت، پاکدامنی اور گناہوں سے بہت حد تک محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲) نکاح کرنے سے رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک عظیم سُنّت ادا ہو جاتی ہے۔

۳) نیک اولاد دنیا وآخرت دونوں میں کام آئے گی۔

۴) نکاح کے ذریعہ جو اولاد ہوگی اس کی اچھی تربیت کر کے دین وملت کے استحکام کے لیے ان کا استعمال کرسکتا ہے۔

۵) اولاد کی وجہ سے رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اس حصے پر عمل کا موقع ملتا ہے جس کا تعلق اولاد سے ہے۔

۶) اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احکام وفرمودات جن کا تعلق اولاد سے ہے اولاد کی وجہ سے ان احکام وفرمودات پر عمل کا زرّیں موقع ملتا ہے۔

۷) انسان جب بوڑھا، لاغر وکمزور ہو جاتا ہے ایسے موقع پر اولاد سہارا بنتی ہے۔

۸) بچوں کی کفالت کی ذمے داری کے سبب انسان کے دل میں زیادہ سے زیادہ کمانے اور محنت کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۹) اولاد کی وجہ سے انسان معاشرہ میں الگ تھلگ نہیں رہتا بلکہ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

۱۰) اگر اولاد صغر سنی میں فوت ہو جائے تو ماں باپ کی شفاعت کرے گی۔

۱۱) نیک بیوی انسان کی زندگی کے تمام معاملات میں رفیق ہوتی ہے، محرم راز ہوتی ہے، مونس وغم گسار ہوتی ہے۔

۱۲) ذہنی وجسمانی قرب جس قدر انسان کو اپنی بیوی سے ہوتا ہے کسی اور سے نہیں ہوتا۔

(شرح صحیح مسلم، ملخصاً، علامہ غلام رسول سعیدی)

نکاح کن عورتوں سے جائز نہیں

خالق کائنات رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا.

اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔ (سورۂ نساء/۲۲)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۡ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں اُن بی بیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو تو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۂ نساء/۲۳)

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ.

اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آ جائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور اُنکے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو قید لاتے نہ پانی گراتے۔ (سورۂ نساء: ۲۴)

دوسری جگہ ارشاد باری ہے: وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ: ۲۲۱)

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی اگر چہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگر چہ وہ تمہیں بھاتا ہو وہ

دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

محرمات وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے اور حرام ہونے کے چند اسباب ہیں۔ انہیں سببوں کی وجہ سے حرام ہونی والی عورتوں کی نو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: میں وہ عورتیں ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور اس قسم میں سات عورتیں ہیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔ **ماں** سے مراد وہ عورت ہے جس کی اولاد میں یہ ہے واسطہ سے یا بلا واسطہ، لہٰذا دادی، نانی، پرنانی، چاہے کتنے ہی اوپر کی ہوں سب حرام ہیں اور یہ سب ماں میں داخل ہیں اس لیے کہ یہ باپ یا ماں یا دادا، دادی، نانا، نانی، کی مائیں ہیں۔ **بیٹی** سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اس کی اولاد ہیں، لہٰذا پوتی، پرپوتی، نواسی، نتنی پرنواسی چاہے بیچ میں کتنے ہی پشتوں کا فاصلہ ہو سب حرام ہیں۔

مسئلہ: بہن چاہے حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے ہو یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو یا ماں ایک ہے باپ دو سب حرام ہیں۔

مسئلہ: باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہم اصول کی پھوپھیاں یا خالائیں، اپنی پھوپھی اور خالہ کے حکم میں ہیں چاہے یہ سگی ہوں یا سوتیلی، یوں ہی پھوپھی کی پھوپھی اور خالہ کی خالہ یعنی یہ سب حرام ہیں۔

مسئلہ:۔ بھتیجی، بھانجی سے بھائی بہن کی اولاد مراد ہیں ان کی پوتیاں، نواسیاں بھی اسی شمار گنتی میں ہیں یعنی یہ سب بھی حرام ہیں۔

مسئلہ:۔ زنا سے بیٹی، پوتی، بہن، بھتیجی، بھانجی بھی محرمات میں ہیں۔ (ہدایہ وغیرہ)

مسئلہ جس عورت سے اس کے شوہر نے لعان کیا اگر چہ اس کی لڑکی اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگی مگر پھر بھی اس شخص پر وہ لڑکی حرام ہے (ردالمختار و بہار)

دوسری قسم: میں وہ عورتیں ہیں جو رشتۂ مصاہرت کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ یہ ہیں

زوجہ موطوءہ کی لڑکیاں، زوجہ کی ماں، دادایاں، نانیاں، باپ، دادا وغیرہما اصول کی بیویاں، بیٹے پوتے، وغیرہما فروع کی بیویاں۔

مسئلہ:۔ خلوت صحیحہ بھی وطی ہی کے حکم میں ہے یعنی اگر خلوت صحیحہ عورت کے ساتھ ہوگئی تو اس کی لڑکی حرام ہوگئی چاہے وطی نہ کی ہو (ردالمختار و بہار)

مسئلہ:۔ جس عورت سے نکاح کیا اور وطی نہ کی تھی کہ جدائی ہوگئی اس کی لڑکی اس پر حرام نہیں۔ (ردالمختار و بہار)

مسئلہ:۔ وطی چاہے حلال طور پر ہو یا حرام، بہر حال حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ (ہندیہ و ردالمختار و بہار)

مسئلہ:۔ حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے یوں ہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے اور فرج داخل کی طرف نظر کرنے سے بھی ہوتی ہے چاہے قصداً ہو یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبوراً بہر حال مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ (ہندیہ و در مختار)

مسئلہ:۔ حرمت مصاہرت کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت مشتہاۃ ہو یعنی نو برس سے کم عمر کی نہ ہو اور یہ کہ زندہ ہو۔ تو اگر نو برس سے کم عمر کی لڑکی یا مردہ عورت کو شہوت سے چھوا تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ (در مختار و بہار)

مسئلہ: کسی مرد نے ایک عورت سے نکاح کی اور اس مرد کے لڑکے نے اس عورت کی لڑکی سے نکاح کیا جو لڑکی دوسرے شوہر سے ہے تو حرج نہیں۔ یوں ہی اگر اس مرد کے لڑکے نے عورت کی ماں سے نکاح کیا جب بھی یہی حکم ہے۔ (ہندیہ و بہار)

تیسری قسم: میں وہ عورتیں ہیں کہ جن میں سے ایک تو مرد کے نکاح میں رہ سکتی ہے اور ان میں کی دو ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں اور یہ وہ عورتیں ہیں کہ جن عورتوں میں آپس میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ایک کو مرد فرض کرے تو دوسری کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہو (جیسے دو بہنیں کہ ایک کو اگر مرد فرض کریں تو دوسری سے اس کا بھائی بہن کا رشتہ ہو، یا

جیسے پھوپھی، بھتیجی کہ پھوپھی کو مرد فرض کریں تو چچا بھتیجے کا رشتہ ہو اور بھتیجی کو مرد فرض کریں تو پھوپھی بھتیجے کا رشتہ ہو۔ یا جیسے خالہ بھانجی کہ اگر خالہ کو مرد فرض کریں تو ماموں بھانجے کا رشتہ ہو اور بھانجی کو مرد فرض کریں تو بھانجے خالہ کا رشتہ ہو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتے بلکہ اگر طلاق دے دی ہو تو جب تک عدت نہ گزرے دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا۔ (ہدایہ وغیرہ)

مسئلہ: ایسی دو عورتیں جن میں اس قسم کا رشتہ ہو (جو ابھی اوپر بیان کیا گیا) وہ نسب کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اگر دودھ کے بھی اس طرح کے رشتہ ہوں جب بھی دونوں کا جمع کرنا حرام ہے جیسے عورت اور اس کی رضاعی بہن یا رضاعی خالہ یا رضاعی پھوپھی۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: دو عورتوں میں اگر ایسا رشتہ پایا جائے کہ ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لیے حرام ہو اور دوسری کو مرد فرض کریں تو پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کے جمع کرنے میں حرج نہیں۔ جیسے عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی کہ اس لڑکی کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اس پر حرام ہوگی کہ اس کی سوتیلی ماں ہوئی اور اگر عورت کو مرد فرض کریں تو لڑکی سے کوئی رشتہ پیدا نہ ہوگا۔ یوں ہی عورت اور اس کی بہو۔ (درمختار و بہار)

چوتھی قسم: میں وہ عورتیں ہیں جو اپنی ملک میں ہونے کی وجہ سے حرام ہیں جیسے اپنی باندی چاہے ام ولد یا مکاتبہ یا مدبرہ ہی ہو، چاہے ساجھے کی ہو، مگر متاخرین کے نزدیک احتیاطاً نکاح کر لینا اچھا ہے لیکن اس پر ثمرات نکاح از قسم مہر و طلاق وغیرہ مرتب نہیں۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: عورت اپنے غلام سے نکاح نہیں کر سکتی چاہے تنہا اسی کی ملک میں ہو یا کوئی اور بھی اس میں شریک ہو۔ (ہندیہ و درمختار و بہار)

پانچویں قسم: میں وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ نکاح شرک کی وجہ سے حرام ہے۔

مسئلہ: مسلمان کا نکاح مجوسیہ (آگ پوجنے والا)، بت پرست (مورتی پوجنے والا)،

آفتاب پرست، ستارہ پرست عورت سے نہیں ہوسکتا بلکہ کتابیہ کے سوا کسی کافرہ عورت سے مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ (فتح القدیر و بہار وغیرہ)

مسئلہ: یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہوسکتا ہے۔ مگر چاہئے نہیں کہ اس میں بہت سے مفاسد (خرابیوں) کا دروازہ کھلتا ہے۔ (ہدایہ عالمگیری)

مگر یہ جائز ہونا اسی وقت تک ہے جب کہ اپنے اسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کے یہودی نصرانی ہوں اور حقیقتاً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہوں جیسے آج کل کے عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ ان کا ذبیحہ جائز، اور اب تو ان کے یہاں ذبیحہ ہوتا بھی نہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہوسکتا۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا (خزانیہ و بہار وغیرہ)

مسئلہ: مرد و عورت کافر تھے دونوں مسلمان ہوئے تو وہی پہلا نکاح (یعنی کفری حالت کا بیاہ) باقی ہے نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر صرف مرد مسلمان ہوا تو عورت سے اسلام لانے کو کہا جائے گا اگر مسلمان ہوگئی تو وہ اس کی بیوی ہے اور اگر اسلام نہ لائی تو اب تفریق کردیں گے یوں ہی اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد سے اسلام لانے کو کہا جائے گا اگر تین حیض آنے سے پہلے مرد مسلمان ہوگیا تو پہلا نکاح باقی ہے اور اگر اسلام قبول نہ کیا تو پھر اس کے بعد عورت جس سے چاہے نکاح کرلے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ (ہدایہ و بہار وغیرہ)

چھٹی قسم: میں وہ باندی ہے جس سے نکاح حرہ پر کیا جائے۔

مسئلہ: حرہ نکاح میں ہے اور باندی سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح نہ ہوا۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: پہلے باندی سے نکاح کیا پھر آزاد سے تو دونوں نکاح صحیح ہوگئے۔ (ہندیہ رد المحتار و بہار)

ساتویں قسم: میں وہ عورتیں ہیں جو اس وجہ سے حرام ہیں کہ ان سے غیر کا حق متعلق ہے۔

مسئلہ: دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہوسکتا چاہے عدت طلاق کی ہو یا عدت موت کی یا شبہ نکاح یا نکاح فاسد میں دخول کی وجہ سے۔(فتح القدیر وہدایہ وغیرہ)

مسئلہ: جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہوسکتا ہے پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وطی بھی کرسکتا ہے اور اگر دوسرے کا ہے تو جب تک بچہ نہ پیدا ہولے وطی جائز نہیں۔(درمختار وبہار)

مسئلہ: جس عورت کا حمل ثابت النسب ہے اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔(ہندیہ وبہار)

آٹھویں قسم: میں وہ عورتیں ہیں جو مقرر گنتی سے زائد ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔

مسئلہ: آزاد مرد کو ایک وقت میں چار عورتوں سے اور غلام کو دو سے زیادہ سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ اور آزاد مرد کو کنیز، باندی کا اختیار ہے اس کے لیے کوئی حد نہیں۔ (درمختار وبہار)

مسئلہ: متعہ حرام ہے۔ یوں ہی اگر کسی خاص وقت تک کے لیے نکاح کیا تو یہ نکاح بھی نہ ہوا اگرچہ دو سو برس کے لیے۔(درمختار وبہار)

نویں قسم: میں وہ عورتیں ہیں جو دودھ کے رشتہ کی وجہ سے حرام ہیں۔(قانون شریعت)

نکاح کس عورت سے جائز ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ. (النساء آیت:۲۴)

ترجمہ: اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔(کنز الایمان)

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَبَنٰتُکُمْ. الیٰ آخر الآیۃ میں جن عورتوں سے نکاح حرام کیا گیا ہے ان کے علاوہ عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ فَتَیٰتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ۔(النساء آیت:۲۵)

ترجمہ: اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان

والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرے جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں ایمان والی کنیزیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حرۂ مومنہ (آزاد ایمان والی عورت) سے نکاح کی مقدرت ووسعت نہ رکھتا ہو وہ ایمان دار کنیز سے نکاح کرے، یہ بات عار کی نہیں ہے۔

مسئلہ: جو شخص حُرّہ سے نکاح کی وُسعت رکھتا ہو اس کو بھی مسلمان باندی سے نکاح کرنا جائز ہے، یہ مسئلہ اس آیت میں تو نہیں ہے مگر اوپر کی آیت وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُمْ سے ثابت ہے۔

مسئلہ: ایسے ہی کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے اور مومنہ کے ساتھ افضل ومستحب ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوا۔ (خزائن العرفان)

قرآن پاک میں ہے: وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ز وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (سورۂ مائدہ:۵)

ترجمہ: اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے، نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہوا اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے۔ (کنزالایمان)

ضیاء الامت حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری قدس سرہ اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

بعض علما کے نزدیک صرف ان کتابی عورتوں سے شادی کی اجازت ہے جو مملکت اسلامیہ کی رعایا ہوں۔ دارالحرب میں رہنے والی کتابی عورتوں سے اجازت نہیں۔ احناف کے نزدیک حرام تو نہیں لیکن مکروہ ضرور ہے۔ لیکن بعض علمانے ہر کتابی عورت سے نکاح کی

اجازت دی خواہ وہ مملکت اسلامیہ کی رعایا ہو یا دارالحرب کی باشندہ ہو۔ یہاں یہ بات یا
رہے کہ قرآن نے جو حلال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی عورت کا صرف یہودی
نصرانی ہونا اس کی حرمت کا باعث نہیں، لیکن اگر اس کی وجہ سے اور خرابیاں رونما پذیر ہوتی ہوں
تو پھر حرمت لغیرہ ثابت ہو جائے گی۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج۱، ص۴۴۳)

حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ: یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے مگر چاہئے نہیں کہ اس میں
بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے۔ (عالمگیری وغیرہ) مگر یہ جواز اسی وقت تک ہے جب ک
اپنے اسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کی یہودی، نصرانی ہوں او
حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہوں جیسے آج کل کے عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں
ہے تو ان سے نکاح نہیں ہو سکتا نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے یہاں تو ذبیحہ ہوتا ہی نہیں۔
(بہار شریعت ج ۷، ص ۱۷)

نکاح ایک بامقصد تعلق (فلسفۂ ازدواج)

فرمان الٰہی ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ و
اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (البقرہ آیت: ۲۲۳)

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتیوں میں جس طرح
چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے
اور اے محبوب، بشارت دو ایمان والوں کو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں اسلامی ازدواج کا سارا فلسفہ سمیٹ کر ان دو لفظوں میں رکھ
دیا گیا ہے۔ شادی کا مقصد صرف لذت طلبی نہیں بلکہ حصول اولاد ہے۔ اس لیے اپنے لیے
ایسی بیوی منتخب کرو جو نیک اور پاکباز ہو کیوں کہ اگر ردی زمین میں تخم ریزی کرو گے تو اچھی

کھیتی کی توقع عبث ہے نیز جس طرح کسان کی ظاہری خوشحالی بلکہ بقا کا انحصار اس کے کھیت کی حفاظت ونگہداشت اور خدمت پر ہے اور اس کے لیے دلی وابستگی ضروری ہے، اسی طرح تمہارا تعلق اپنی رفیقہ حیات سے دلی وابستگی کا ہونا چاہئے۔

(آیت کریمہ میں) اَنّٰی بمعنی کَیْفَ ہے۔ یعنی مقاربت (ہم بستری) کی کوئی ایک ہیئت متعین نہیں بلکہ جیسے تمہیں پسند ہو۔ صرف ایک شرط ملحوظ رہے کہ تخم ریزی وہاں ہو جو جگہ اس کے لیے مخصوص کی گئی ہے۔ آیت کے ان الفاظ سے دو غلط کاریوں کا رد کر دیا گیا ہے۔ یہود نے مقاربت کے لیے صرف ایک شکل مخصوص کر رکھی تھی۔ فرمایا: کسی خاص ہیئت کی پابندی کی ضرورت نہیں بلکہ جیسے تمہیں پسند ہو۔ اور بعض گندے مذاق لوگ عورتوں کے ساتھ لواطت کیا کرتے تھے اس سے منع فرمایا کہ وہ تخم ریزی کی جگہ نہیں۔ اس سے شادی کا مقصد بھی فوت ہو جاتا ہے اور عورت کے طبعی حقوق بھی پامال ہوتے ہیں۔

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ کے تحت فرماتے ہیں۔

بڑا جامع فقرہ ہے اور بڑے وسیع مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی ان لذتوں میں ہی نہ کھو جاؤ بلکہ اپنی آنے والی زندگی کے لیے نیک اعمال کا توشہ جمع کرتے رہو۔ نیز شادی سے اولاد طلب کرو تاکہ اس کی وجہ سے تمہارا نام باقی رہے اور ان کے اعمال صالحہ سے تمہارے مر جانے کے بعد بھی تمہارے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہے۔ اگر تم لذت طلبی میں ہی عمر برباد کر کے دنیا سے چل دیئے تو تمہارا نام تک مٹ جائے گا اور اگر اولاد ہوئی اور اس کی تم نے صحیح تربیت نہ کی، ان کے اخلاق اور سیرت کو اسلامی سانچے میں نہ ڈھالا، وہ جاہل، بدعمل، بدکار بن گئے تو تمہیں یاد تو کیا جائے گا لیکن ایسی برائی کے ساتھ کہ اس سے تمہیں اگر یاد نہ کیا جاتا تو ہزار بار بہتر تھا۔ نیز نیک اولاد کی خواہش ہے تو پہلے ایسی نیک بیوی تلاش کرو جو نیک اور سعادت مند بچوں کی ماں بن سکے۔ یہ سارے مطالب (قدموا لانفسکم) میں بیان فرما دیئے گئے ہیں۔ (ضیاء القرآن ج۱، ص۱۵۳، ۱۵۴)

نکاح میں اسلام وایمان کی اہمیت

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (البقرہ آیت:۲۲۱)

ترجمہ: اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی اگر چہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگر چہ وہ تمہیں بھاتا ہو وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس آیت کریمہ کے ذریعہ فرزندان اسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کافر ومشرکہ عورتوں سے شادی بیاہ نہ کریں اگر چہ وہ حسن وجمال کا پیکر ہوں، اس لیے کہ ان کے اندر کفر وشرک کا جو عیب موجود ہے وہ نہایت بھیانک عیب ہے۔ اور تجربات ومشاہدات بتاتے ہیں کہ صحبت کا اثر پڑتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

ظاہر ہے کہ مرد خدائے وحدہ لاشریک کا ماننے والا ہو اور عورت ہزاروں دیوتاؤں کے سامنے سر جھکانے والی ہو تو عقائد ونظریات کے اس اختلاف کی وجہ سے دونوں کے درمیان نااتفاقی اور اختلاف کا ہونا فطری بات ہے۔ اسی اختلاف کے باعث ان کے رشتہ ازدواج میں پائے داری نہ ہوگی بلکہ یہ رشتہ جلد ہی ٹوٹ جائے گا۔

زانیہ عورتوں سے نکاح کرنے سے پرہیز کیا جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلزَّانِیُ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً ۫ وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُھَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ○ (النور آیت:۳)

ترجمہ: بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''ابتدائے اسلام میں زانیہ سے نکاح حرام تھا بعد میں آیت: وانکحوا الایامی منکم سے منسوخ ہو گیا۔ (خزائن العرفان)

ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری قدس سرہ مذکورہ بالا آیت کا شان نزول ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ زانیہ سے مراد پیشہ ور عورت ہے، کوئی غیرت مند انسان ایسی عورت کو اپنے نکاح میں لینے کو تیار نہیں ہوتا اور زانی سے مراد بھی وہی مرد ہے جو اس فعل کے ارتکاب میں شہرت رکھتا ہو اور شرم و حیا کی چادر اس نے اتار کر پھینک دی ہو۔ ایسے شخص کو بھی کوئی مومن عورت اپنا خاوند بنانے کے لیے آمادہ نہیں ہوتی۔

چند سطروں کے بعد علامہ پانی پتی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آیت کا معنی یہ ہے کہ زانی اپنے فسق و فجور کے باعث صالحہ عورت سے نکاح کرنے کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ اسی طرح نیک مرد بھی زانیہ سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتا۔ کیوں کہ طبیعتوں کی مناسبت باہمی الفت و محبت کی علت ہے جہاں طبیعتوں میں تضاد ہو گا وہاں باہمی الفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں نفی اپنے حقیقی معنی پر محمول ہو گی۔ (ضیاء القرآن ج ۳، ص ۲۹۱، ۲۹۲)

بدکار پیشہ عورت سے نکاح اس کے توبہ کرنے سے پہلے جائز نہیں، اسی طرح جو مرد اس قماش کا ہو اس کی اصلاح احوال سے پہلے کسی عفیفہ کو اس کے رشتۂ نکاح میں باندھ دینا سراسر ظلم و بے انصافی ہے۔ (ایضا)

تعدد ازواج کا حکم

ارشاد خداوندی ہے: وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا (النساء آیت: ۳)

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (کنز الایمان)

اسلام کے ناقدین خصوصاً اہل مغرب نے تعدد ازواج کے مسئلہ پر بڑی لے دے کی ہے اور وہ مسلمان بھی اس کے متعلق بہت پریشان رہتے ہیں جن کے نزدیک خیر و شر اور حسن و قبح کا صرف وہی معیار قابل قبول ہے جو ان کے ذہنی مربیوں نے مقرر کر رکھا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند حقائق پیش کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

۱) یہ حکم نہیں کہ جس کی پابندی پیروان اسلام پر لازمی ہو بلکہ یہ ایک رخصت ہے۔

۲) رخصت بھی بے قید و شرط نہیں بلکہ سخت قیود سے مقید اور سنگین شرائط سے مشروط۔

۳) طب جدید و قدیم اس پر متفق ہے کہ مرد کی طبعی کیفیت عورت کی طبعی کیفیت سے جداگانہ ہے۔

۴) مرد میں جنسی رغبت عورت سے کہیں زیادہ ہے جس کی ظاہر وجہ یہ ہے کہ جنسی عمل کے بعد عورت کو مدت دراز تک مختلف نازک مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ استقرار

حمل، وضع حمل، رضاعت اور ننھے بچے کی تربیت یہ سارے مرحلے اسے یوں مشغول رکھتے ہیں کہ اس میں کوئی طلب کم ہی رونما ہوتی ہے لیکن مردان تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہوتا ہے۔

۵) اکثر ممالک میں عورت کی شرح پیدائش مردوں سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ جنگ آزما قوموں کے مرد ہی ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں جنگ کے شعلوں کی نذر ہوتے ہیں۔ اس لیے عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے

۶) تاریخ انسانی جب سے مرتب کی گئی ہے اس کے ہر اس قانونی نظام میں جس میں تعدد ازواج قانوناً ممنوع ہے، زنا کی کھلی اجازت ہے اور یہ فعل شنیع اپنی ان گنت خرابیوں کے باوجود جرم ہی تصور نہیں کیا جاتا۔

۷) کیا بیوی اور اس کے بچوں کے لیے اس کے خاوند کی دوسری بیوی قابل برداشت ہے یا اس کی داشتہ؟ ذہنی، روحانی، مادی اور جسمانی صحت کے جملہ پہلوؤں پر غور فرمائیے۔

۸) کیا کسی باحمیت وباغیرت عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ گھر کی مالکہ بن کے رہے، اس کا خاوند اس کے آرام کا ذمہ دار، اس کی ناموس کا محافظ ہو۔ اس کی اولاد جائز اولاد متصور ہو اور سوسائٹی میں اسے باعزت مقام حاصل ہو یا ایسی عورت بن کر رہے جس کا حسن وشباب ہوسناک نگاہوں کا کھلونا بنا رہے لیکن نہ کوئی اس کی اولاد کا باپ بننا گوارا کرے اور نہ کوئی دوسری ذمہ داری لینے کے لیے تیار ہو۔

۹) کیا یورپ اور امریکہ اپنی تمام سائنسی ترقی کے باوجود حرامی بچوں اور کنواری ماؤں کی تعداد میں ہوش رُبا اضافہ کے باعث پریشان نہیں۔ (یو این او کی رپورٹ کے مطابق بعض یورپین ممالک میں ناجائز ولادتوں کا اوسط ساٹھ فیصدی تک پہنچ گیا ہے۔ اور برملا کہنے لگے ہیں کہ قرآن کے قانون پر عمل کیے بغیر اب کوئی چارۂ کار نہیں۔ (ضیاء القرآن ج اول ص ۳۱۷، ۳۱۸)

ولیمہ اور ضیافت کا بیان

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زردی کا اثر دیکھا (یعنی خلوق کا رنگ ان کے بدن یا کپڑوں پر لگا ہوا دیکھا) فرمایا یہ کیا ہے (یعنی مرد کے بدن پر اس رنگ کو نہ ہونا چاہئے یہ کیوں کر لگا) عرض کی میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے (اس کے بدن سے یہ زردی چھوٹ کر لگ گئی) فرمایا: اللہ تمہارے لیے مبارک کرے تم ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے یا ایک ہی بکری سے۔ (بخاری شریف:۶۳۸۶ / مسلم شریف:۳۵۵۶)

بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جتنا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر ولیمہ کیا ایسا ولیمہ ازواج مطہرات میں سے کسی کا نہیں کیا، ایک بکری سے ولیمہ کیا۔ (بخاری شریف:۵۱۶۸)

یعنی تمام ولیموں میں یہ بہت بڑا ولیمہ تھا کہ ایک پوری بکری کا گوشت پکا تھا۔

صحیح بخاری شریف کی دوسری روایت انہیں سے ہے کہ حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زفاف کے بعد جو ولیمہ کیا تھا لوگوں کو پیٹ بھر روٹی گوشت کھلایا تھا۔

(بخاری شریف:۴۷۹۴)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں خیبر سے واپسی میں خیبر و مدینہ کے مابین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زفاف کی وجہ سے تین راتوں تک حضور نے قیام فرمایا میں مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت میں بلا لایا ولیمہ میں نہ گوشت تھا نہ روٹی تھی حضور نے حکم دیا دستر خوان بچھا دیئے گئے، اس پر کھجوریں اور پنیر اور گھی ڈال دیا گیا۔ (بخاری شریف:۴۲۱۳)

امام ترمذی (۱۱۱۸) وابوداؤد (۳۷۴۶) وابن ماجہ (۱۹۸۴) کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ میں ستو اور کھجوریں تھیں۔

صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے آنا چاہئے۔

(بخاری شریف:۵۱۷۳)

مسائل فقہیہ

صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ امجد علی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

دعوت ولیمہ سُنَّت ہے، ولیمہ یہ ہے کہ شب زفاف کی صبح کو اپنے دوست احباب عزیز واقارب اور محلہ کے لوگوں کی حسب استطاعت ضیافت کرے اور اس کے لیے جانور ذبح کرنا اور کھانا تیار کرانا جائز ہے۔ اور جو لوگ بلائے جائیں ان کو جانا چاہئے کہ ان کا جانا اس کے لیے مسرت کا باعث ہوگا۔ ولیمہ میں جس شخص کو بلایا جائے اس کو جانا سُنَّت ہے یا واجب؟ علما کے دونوں قول ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجابت سُنَّت مؤکدہ ہے۔ ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں میں بھی جانا افضل ہے۔ اور یہ شخص اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی خوشی میں شرکت اور اس کا دل خوش کرنا ہے۔ اور روزہ دار ہو جب بھی جائے اور صاحب خانہ کے لیے دعا کرے۔ اور ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ روزہ دار نہ ہو تو کھائے ورنہ اس کے لیے دعا کرے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: دعوت ولیمہ کا یہ حکم جو بیان کیا گیا ہے اس وقت ہے کہ دعوت کرنے والوں کا مقصود ادائے سُنَّت ہو اور اگر مقصود تفاخر ہو یا یہ کہ میری واہ واہ ہوگی جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر یہی دیکھا جاتا ہے تو ایسی دعوتوں میں نہ شریک ہونا بہتر ہے خصوصاً اہل علم کو ایسی جگہ نہ جانا چاہئے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: دعوت میں جانا اس وقت سُنَّت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا لہو ولعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے۔ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں لغویات ہیں اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس آئے۔ اور اگر مکان کے دوسرے حصے

میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں نہیں ہے تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے۔ پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے اور اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو۔ اور اگر مقتدیٰ و پیشوا ہو مثلاً علما و مشائخ یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدیٰ ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں اگر چہ خاص حصۂ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصے میں ہوں۔ (ہدایہ و در مختار)

مسئلہ: اگر وہاں لہو و لعب ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ میرے جانے سے یہ چیزیں بند ہو جائیں گی تو اس کو اس نیت سے جانا چاہئے کہ اس کے جانے سے منکرات شرعیہ روک دیئے جائیں گے۔ اور اگر معلوم ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہوگی اور ایسے موقع پر یہ حرکتیں نہ کریں گے کیوں کہ وہ لوگ اس کی شرکت کو ضروری جانتے ہیں اور جب یہ معلوم ہوگا کہ اگر شادیوں اور تقریبوں میں یہ چیزیں ہوں گی تو وہ شخص شریک نہ ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہاں نہ جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور ایسی حرکتیں نہ کریں۔ (عالمگیری)

مسئلہ: دعوت ولیمہ صرف پہلے دن ہے یا اس کے بعد دوسرے دن بھی یعنی دو ہی دن تک یہ دعوت ہو سکتی ہے اس کے بعد ولیمہ اور شادی ختم۔ (بہار شریعت)

شادی کی کچھ رسمیں

اسلام میں نکاح بہت آسان ہے، مگر بے جا رسوم و رواج کی پابندیوں اور ان کی رعایت کی وجہ سے اس سنت کو بہت مشکل بنا دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے نت نئی برائیاں جنم لے رہی ہیں اور لوگ گناہوں میں مبتلا ہو رہے ہیں، یہاں چند رسوم کا ذکر سنی بہشتی زیور مصنفہ علامہ مفتی خلیل احمد قادری برکاتی کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔

شادی میں ٹال مٹول:

لڑکی جوان ہے، مناسب رشتہ بھی مل رہا ہے لیکن رسوم ادا کرنے کو روپیہ نہیں تو یہ نہ ہوگا کہ رسوم چھوڑ دیں۔ لڑکی کی شادی کر کے اس کے ہاتھ پیلے کر کے اِس بوجھ سے سبکدوش ہو جائیں اور فتنوں کا دروازہ بند ہو، اب خاندانی رسوم کے پورا کرنے کو بھیک مانگنے کو طرح طرح کی فکریں کرتے ہیں اور اس خیال میں کہ کہیں سے کچھ مل جائے تو لڑکی کا بیاہ رچائیں، شادی کی خوشیاں منائیں تا کہ برادری میں نام پائیں، برسوں گزار دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکی کی تندرستی بگڑتی ہے، اس کی جوانی ڈھلتی ہے، اس کا دل بجھ جاتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ طرح طرح کی باتیں اڑائی جاتیں اور افواہیں پھیلائی جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب ایسا شخص پیغام بھیجے جس کے خلق اور دین کو تم پسند کرتے ہو تو نکاح کر دو اگر نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد عظیم برپا ہوگا۔

(ترمذی شریف:۱۱۰۷)

ایک اور حدیث شریف میں فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو (دیر نہ لگاؤ) نماز کا جب وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو، شوہر والی کا جب کفو ملے۔ (ترمذی شریف:۱۷۱)

بلائے قرض:

حاجت اگر واقعی ہو تو قرض لینے میں کوئی گناہ بھی نہیں بشرطیکہ اس کی ادائیگی بآسانی ہو سکے لیکن بعض لوگ قرض لیتے ہیں تو صرف اس لیے کہ ان رسوم کو انجام دینا ہے۔ اگر قرض نہ لیں گے اور ان رسوم کو ادا نہ کریں گے تو خاندان کی عزت اور ہمارے نام کو بٹہ لگ جائے گا۔ غرض اسی قسم کے حیلے بہانے قرض کا ذریعہ بناتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ مفلس کو قرض کون دے؟ جب یوں نہیں ملتا تو سودی قرض لیتے ہیں جو آسانی سے دستیاب ہو تو جاتا ہے مگر جس طرح سود لینا حرام، یوں ہی دینا بھی حرام، حدیث شریف میں دونوں پر لعنت آئی، اس سودی قرض سے رسوم تو انجام پائیں گے لیکن نہ سوچا کہ شریعت کی مخالفت کے ساتھ اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی لعنت بھی

خرید لی اور اس کے نتیجے میں دنیا میں بھی بربادی، آخرت میں بھی رسوائی۔ اگر باپ دادا کی کمائی ہوئی کچھ جائیداد ہے تو اسے سودی قرض میں بہادیا ورنہ رہنے کا جھونپڑا ہی گروی رکھ دیا۔ تھوڑے دنوں میں سود کا سیلاب سب کو بہا کرلے گیا۔ جائیداد نیلام ہوئی، مکان سود خوار کے قبضے میں گیا، اب دربدر مارے مارے پھرتے ہیں، نہ کھانے کا ٹھکانہ، نہ رہنے کی جگہ۔

اس کی مثالیں بہ کثرت ہر جگہ ملیں گی کہ ایسے ہی غیر ضروری مصارف کی وجہ سے مسلمانوں کی بیشتر جائیدادیں سود کی نذر ہو گئیں۔ پھر قرض خواہ کے تقاضے اور اس کے تشدد آمیز لہجے سے رہی سہی عزت پر بھی پانی پڑ جاتا ہے۔ یہ ساری تباہی بربادی آنکھوں دیکھ رہے ہیں مگر عبرت نہیں ہوتی، آنکھیں نہیں کھلتیں اور مسلمان اپنی فضول خرچیوں سے باز نہیں آتے۔ پر ان فضول خرچیوں کا وبال یہی نہیں کہ اسی دنیا کی زندگی تک محدود ہو بلکہ آخرت کا وبال الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ وعافیت میں رکھے۔ آمین

۳۔ ڈھول، تماشہ، گانا بجانا

عام طور پر جاہل گھرانوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی اور گاتی بجاتی ہیں۔ یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام، پھر عورتوں کا گانا، مزید برآں عورت کی آواز نامحرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق وہجر وصال کے اشعار یا گیت، جو عورتیں اپنے گھروں میں چلا کر بات کرنا پسند نہیں کرتیں گھر سے باہر آواز جانے کو برا اور بڑا عیب جانتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر وہ بھی اس محفل میں شریک ہو جاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب نہیں۔ گانے بجانے کی آواز کتنی ہی دور تک جاتی ہو گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب نہیں، اور گانے باجے کی آواز کتنی ہی دور تک جائے اس میں کوئی حرج نہیں۔

نیز ایسے گانوں میں جوان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں۔ ان کا ایسے اشعار پڑھنا یا سننا، کس حد تک ان کے دبے ہوئے جوش کو ابھارے گا اور کیسے کیسے ولولے پیدا کرے گا اور ان کے اخلاق وعادات پر کہاں تک اس کا اثر پڑے گا، یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی

ضرورت ہو یا ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو۔ گانے باجے کی ان تمام ناجائز وحرام رسموں میں ایک اور ناپاک وملعون رسم ہے جو بے تمیز احمق جاہل گھرانوں نے، ہندوؤں سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس میں موجود مردوں عورتوں کو لچھے دار سنانا۔ سمدھیانے کی پاکدامن عورتوں کو الفاظِ زنا سے تعبیر کرنا، کرانا۔ خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا عورتوں کے مجمع میں ہونا۔ ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، بے حمیت مردوں کا اس شہد پن کو جائز رکھنا، کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر بندوبست قطعی نہ کرنا۔ یہ وہ گندی مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں۔ اس کے کرنے والے اس پر راضی ہونے والے اپنے یہاں اس کی روک تھام کا کافی انتظام نہ کرنے والے سب گناہ گار سخت گناہ گار کبیرہ گناہوں میں گرفتار اور غضب خداوندی کے سزاوار ہیں۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے، آمین۔

ناچ باجا:

شادی بیاہ میں عموماً ناچ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ گھروں میں ڈومنیوں اور میراثنوں کا اور گھر سے باہر مردانی محفلوں میں بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں رنڈیوں یا پھر دونوں جگہ ہجڑوں کا، ایسی محفلوں میں شریف زادیوں کا خواہ کنواری ہوں یا بیاہی، شوہر والی ہوں یا بیوہ، شریک ہونا درکناران کا ان آوارہ بدوضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بے ہودہ و بے جا ہے۔ صحبتِ بد زہر قاتل ہے اور عورتیں نازک شیشیاں جن کے ٹوٹنے کو ادنیٰ ٹھیس بہت ہوتی ہے تو ایسوں کو تو گھر میں ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں۔ وہ بے حیائیوں کی عادی ہیں، منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی۔

ناچ رنگ کی یہ محفلیں جس طرح شریف گھرانوں اور شریف زادیوں کے حق میں زہر قاتل ہیں یوں ہی مردوں اور شریف زادوں کے لئے تباہی و بربادی کا باعث ہیں۔ بازاری

عورتوں اور رنڈیوں میں جو بے حیائی، بے شرمی اور بدلحاظی پائی جاتی ہے۔ اس سے کون واقف نہیں پھر جب یہ بے حیا و بے شرم عورتیں جب مردوں کی محفلوں میں آتی اور کولہا کمر مٹکا کر، آنکھیں چمکا کر نیم برہنہ لباس میں اپنا جوہر دکھاتی اور اپنی رسیلی آواز کا رس کانوں میں گراتی ہیں تو وہاں کون سا مرد ایسا ہوتا ہے جو ٹکٹکی باندھ کر اس کی اداؤں کا جائزہ نہیں لیتا اور اس کے گانوں کو مزے لے لے کر نہیں سنتا، نامحرم عورت کو مرد دیکھتے ہیں اور گھور گھور کر دیکھتے ہیں یہ آنکھوں کا زنا ہوا۔ نامحرم عورت کی آواز سنتے اور پوری توجہ سے سنتے ہیں یہ کانوں کا زنا ہوا۔ اور جب وہ اپنی بے حیائی کا مظاہرہ کرتی ان میں سے کسی کے پاس سے گزرتی ہے تو یہ اس سے باتیں کرنے یا آواز کسنے یا فقرے چست کرنے میں نہیں شرماتے یہ زبان کا زنا ہوا۔ پھر ان کی نیم برہنہ جسم کے ساتھ، فحش حرکتوں کے باعث ان مردوں کے دلوں میں برے خیالات آتے ہیں یہ دل کا گناہ ہوا۔ کبھی کبھی جوش وولولے میں آ کر اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگا دیتے یا اپنی سی پوری کوشش اسے چھونے کی کرتے ہیں اور کبھی باکمال اشتیاق اس کی طرف جاتے ہیں یہ ہاتھ پیروں کا زنا ہوا۔

غرض ناچ رنگ کی ان محفلوں میں جن فاحشہ حرکتوں، بدکاریوں اور دین واخلاق کو تباہ کرنے والی باتوں کا اجتماع ہوتا ہے یہ ایسی باتیں نہیں جنہیں بتایا، گنایا جائے ایسی ہی مجلسوں میں شرکت کے باعث اکثر نوجوان بالخصوص وہ جن میں خودسری کا مادہ ہوتا ہے جنہیں کسی کی پرسش کا خطرہ نہیں ہوتا، جذبات کی رو میں بے قابو ہو جاتے ہیں، طوائفوں کے دام فریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آوارگی کو اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ دولت برباد کر بیٹھتے ہیں، کمائی لٹاتے ہیں، بازاریوں سے تعلق ہی میں زندگی کی ساری لذتیں اور مسرتیں ڈھونڈتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر والوں اور پاک دامن بی بیوں سے دور دور رہتے ہیں اور یوں اپنی بربادی وتباہی اپنے ہاتھوں خریدتے ہیں اور اگر ان بے ہودگیوں اور آوارہ گردیوں سے کوئی بندہ خدا بچ بھی گیا تو اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ حیا وغیرت کی چادر اتار کر سر سے پیر تک بے حیائی

اور بے غیرتی کا مجسمہ بن جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کے متعلق تو یہاں تک سننے اور دیکھنے میں آیا کہ خود بھی ان مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ ساتھ جوان بیٹوں اور بیوی بیٹیوں تک کو لے جاتے ہیں۔ ایسی بدتہذیبی کے مجمع میں باپ بیٹے اور ماں بیٹی کا ساتھ ساتھ رہنا جس بے غیرتی اور بے حمیتی کا پتا دیتا ہے وہ بیان کا محتاج نہیں۔

اس سے بڑھ کر رونا اس بات کا ہے کہ اپنی جھوٹی کھوٹی ناموری اور شہرت کو آڑ بنا کر لڑکی والے، لڑکے والوں پر دباؤ ڈالتے بلکہ نسبت کے وقت ہی طے کر لیتے ہیں کہ ناچ باجا لانا ہوگا ورنہ ہم شادی نہ کریں گے۔ لڑکی والا یہ خیال نہیں کرتا کہ بے جا صرف (خرچ) نہ ہوتو اسی کی لڑکی کے کام آئے گا۔ ایک وقتی خوشی کے لئے یہ سب کچھ کر لیا لیکن یہ نہ سمجھا کہ لڑکی جہاں بیاہ کر گئی وہاں تو اب اس کے بیٹھنے کا ٹھکانہ نہ رہا۔ ایک مکان تھا وہ بھی قرض کا سیلاب بہا کر لے گیا۔ اب تکلیف ہوئی تو میاں بیوی میں لڑائی ٹھنی اور اس کا سلسلہ دراز ہوا تو اچھی خاصی جنگ قائم ہوگئی اور نتیجہ نکلا۔ دونوں کے درمیان طلاق وجدائی۔ یہ شادی ہوئی یا خانہ بربادی۔ ہم نے مانا کہ یہ خوشی کا موقع ہے اور مدت کی آرزو کے بعد یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے، بے شک خوشی کرو مگر حد سے گزرنا اور حدود شریعت سے باہر ہو جانا کسی عقلمند کا کام نہیں۔ کام وہ کرو جس سے دنیا میں بول بالا اور آخرت میں منہ اجالا ہو۔ اور وہ ہے ہر کام خدا ورسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا جوئی کے لئے انجام دینا اور شریعت مطہرہ کا دامن مضبوطی سے تھام کر اپنی ناجائز خواہشوں سے ہمیشہ ہمیش کے لئے دست بردار ہو جانا۔

اور آہ صد آہ کہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر شادی میں یہ خرافات نہ ہوں تو اسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے۔ دوسرے تمام شرکت کرنے والوں اور تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے اور سب کے گناہوں کے برابر، اس تنہا پر گناہوں کا بوجھ کہ اگر یہ ان خرافات کی سختی سے روک

تھام کرتا اور گناہوں کے یہ سامان اپنے یہاں نہ پھیلاتا تو آنے والے یا تماشائی ان گناہوں میں کیوں پڑتے۔ اور بے حیائیوں اور بے شرمیوں کا یہ بازار کیوں گرم رہتا جن میں اللہ تعالیٰ کی صدہا لعنتیں اترتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ہدایت بخشے اور اپنی پناہ وحفاظت میں رکھے۔ آمین

جس شادی میں ایسی ناپاک حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز ہرگز شریک نہ ہوں۔ اگر دانستہ شریک ہو گئے ہیں تو جس وقت کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمان مردوں عورتوں پر لازم ہے فوراً فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی بیویوں، بیٹیوں، ماؤں، بہنوں کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

فلمی ریکارڈنگ:

اور اب ہمارے اس دور میں ایک نئی بلا نے گھر گھر جنم لیا ہے اور وہ ہے فلمی گانوں اور فضول آوازوں کی ریکارڈنگ، گانے بجانے کی آواز اور ڈھول سارنگی کی ڈھب ڈھب روں روں تو خیر ایسی مجلس اسی گھر یا زیادہ سے زیادہ دو چار پاس پڑوس کے گھروں تک محدود رہتی تھی مگر یہ ریکارڈنگ تو خدا کی پناہ، فلمی گانے خود اپنی جگہ تنہائی میں جوان لڑکوں اور نوجوان لڑکیوں کے لئے زہر قاتل اور بڑے بوڑھوں کے لئے سوہان روح ہوتے ہیں نہ کہ پوری آواز سے ان کی تشہیر نہ یہ خیال کہ نوجوان شریف زادیوں اور شریف زادوں کے جذبات میں ان سے کیسا ہیجان پیدا ہوگا نہ اس کا لحاظ کہ بڑے بوڑھوں کے دلوں پر ان گانوں کا کیا اثر ہوگا نہ اس کا پاس کہ بیماروں، غم کے ماروں کو ان سے کیسی تکلیف پہنچے گی۔ نہ خدا اور رسول کا خوف نہ قیامت میں گرفت کی پرواہ۔ اور لعنت پوری لعنت یہ ہے کہ ان شوقین مزاجوں کو نہ اذان کا دھیان آئے نہ نمازوں اور جماعتوں کا احساس ہو اپنی دھن میں مست، اپنے ناجائز شوق کی تکمیل میں مصروف، اپنے پیسے اور وقت کے ضیاع میں مشغول، دنیا و مافیہا سے بے خبر خدا اور

رسول کے احکام کی خلاف ورزی کے باعث عذاب خداوندی میں مبتلا ہیں۔ لیکن آنکھ نہیں کھولتے۔ خدا اور سول سے نہیں شرماتے۔ اور کوئی منع کرے تو اس کی توہین وتذلیل کرتے ان پر پھبتیاں کستے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ سچ ہے۔

بے حیاباش وہرچہ خواہی کن

آتش بازی:

شادی بیاہ کی تقریبوں میں عموماً اور شب برأت (اور مقدس راتوں) کے موقع پر خصوصاً آتش بازی کی رسم وبا کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ کپڑے جلیں، بدن جھلسیں، کچے پکے مکانوں چھپروں میں آگ لگے۔ بچے بوڑھے جوان ناگہانی زخمی ہوجائیں، جسموں پر آبلے پڑجائیں۔ یہ سب کچھ گوارا ہے اور گوارا نہیں تو اس بے ہودہ رسم کو چھوڑنا۔ حالانکہ یہ حرام ہے اور سخت حرام، کہ اس میں مال بھی ضائع ہوتا ہے اور جان کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ قرآن کا صاف صاف ارشاد گرامی ہے کہ اپنا مال ضائع کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں چنانچہ فرمایا:

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝

(سورۂ اسراء ۲۷)

بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

(ترجمہ کنزالایمان)

کسی انسان کی برائی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ اسے شیطان سے تشبیہ دی جائے اور اسے شیطان کا بھائی بند کہا جائے "گھر پھونک تماشہ" اسی کا نام ہے۔

عزیزو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام دیا، عقل عطا فرمائی، دولت بخشی تو اس لئے کہ دولت کو طاعت وبندگی کے کاموں میں صرف کرو۔ اپنی ضروریات اور مفید کاموں میں صرف کرو اور اپنے پروردگار کا شکر بجالاؤ اب کہ تم اس دولت کو فضول کاموں میں اڑاتے اور خدا کی

نافرمانیوں میں کام لاتے ہو تو تم خود سوچو کہ دولت کو غلط راستوں پر بہانے والے بڑے ناشکرے اور شیطان کے بھائی بند ہوئے یا نہیں۔ کہو ہوئے ضرور ہوئے تو پھر فخر وریا ونمائش اور اک ذرا سی واہ واہ کے لئے یہ فضول خرچیاں اور مالی عیاشیاں آخر کیوں نہیں چھوڑتے۔ جب کہ ان کا وبال تم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہو۔ خدا کے بندو! اپنی آنکھیں کھولو اور خدا اور سول کا خوف کرو۔ مائیں اور گھروں کی بڑی بوڑھیاں اگر خدا اور سول کے احکام کی تعمیل پر اڑ جائیں اور اپنے چھوٹوں کو ان واہی تباہی فضول خرچیوں سے سختی سے روک دیں تو دین ودنیا میں اُن کا بھی بھلا، اِن کا بھی بھلا۔

پھر شبِ برأت (اور دیگر مقدس راتوں) کے موقع پر ایسی بدعتوں اور خرافات میں مصروف رہنا، اپنا پیسہ اڑانا، بچوں کو آتش بازی کے لئے پیسے دینا جیسا کہ عام رواج ہوتا جارہا ہے اور بھی زیادہ برا اور بھی گناہ اور بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

مسئلہ: مسجد میں چراغ جلانے، یا طاق بھرنے یا کسی بزرگ کے مزار شریف پر چادر چڑھانے یا گیارہویں کی نیاز دلانے، یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ یا شاہ عبدالحق ردولوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ یا حضرت جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کونڈا بھرنے یا محرم کی نیاز یا شربت یا سبیل لگانے یا میلاد شریف کے کرنے کی منت مانی تو یہ شرعی منت نہیں۔ سب اس میں سے کھا پی سکتے ہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: یہ اور اسی قسم کے دوسرے خیر خیرات، درود فاتحہ یا نذر و نیاز کے طریقے منع نہیں ہیں، کریں تو اچھا ہے، البتہ اس کا خیال ہمیشہ رکھنا چاہئے کہ کوئی بات خلاف شرع اس کے ساتھ نہ ملائے، مثلاً طاق بھرنے میں رَت جگا ہوتا ہے جس میں کنبہ اور رشتہ اور پاس پڑوس کی عورتیں ہو کر گاتی بجاتی ناچتی کودتی اور شور وغوغا مچاتی ہیں، دوسروں کی نیندیں خراب اور اپنا وقت فضول ولغو کاموں میں ضائع وبرباد کرتی ہیں۔ یہ حرام اور گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ

شیطانی کاموں سے ہم سب کو دور رکھے، آمین۔

یوں ہی چادر چڑھانے کے لئے بعض لوگ تاشے باجے کے ساتھ جاتے ہیں یہ ناجائز ہے اور مسجد میں چراغ جلانے میں عموماً عورتیں آٹے کا چراغ جلاتی ہیں اور تیل کی بجائے اس میں گھی کا استعمال کرتی ہیں۔ یہ خواہ مخواہ مال ضائع کرنا ہے اور ناجائز ہے۔ مٹی کا چراغ کافی ہے اور گھی کی بھی ضرورت نہیں مقصود روشنی ہے وہ تیل سے حاصل ہے۔ پھر عورتوں کا گاتے ہوئے مسجد تک جانا اور بھی زیادہ برا اور سخت گناہ ہے۔ (سنی بہشتی زیور)

اللہ رب العزت ہم تمام مسلمانوں کو اپنے محبوب بندوں کے نقش قدم پر چلنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور نکاح جیسی عظیم سنت کو سادگی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

مہر اور اس کے احکام و مسائل

اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہب میں نکاح کے ساتھ مہر کو مقرر نہیں کیا گیا۔

مہر کا فائدہ یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو دوسرا نکاح ہونے تک اس کے پاس کچھ رقم ہو جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے یا گزر اوقات کا کوئی اور معاشی ذریعہ مقرر ہونے تک اس کے پاس اتنی رقم ہو جس سے وہ اپنی کفالت کر سکے۔

مذہب اسلام نے اپنے متبعین کو سخت تاکید کی ہے کہ وہ عورتوں کو ان کا مہر ادا کریں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (سورۂ نساء آیت ۲۳-۲۴)

ترجمہ: اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو

قیدلاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرارداد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اُس میں گناہ نہیں، بے شک اللہ علم وحکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

مسئلہ: نکاح میں مہر ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر مہر معین نہ کیا ہو جب بھی واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: مہر مال ہی ہوتا ہے نہ کہ خدمت وتعلیم وغیرہ جو چیزیں مال نہیں ہیں۔

مسئلہ: قلیل جس کو مال نہ کہا جائے مہر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ حضرت جابر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مہر کی ادنیٰ مقدار دس درہم ہیں اس سے کم نہیں ہو سکتا۔ (خزائن العرفان)

مہر کی ادائیگی میں خوش دلی کا مظاہرہ کریں

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء آیت:۴)

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔ (کنزالایمان)

اس آیت سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہر کی ادائیگی میں خوش دلی کا مظاہرہ کرنا چاہئے وہیں یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ مہر کی حقدار عورتیں ہیں نہ کہ ان کے اولیا، اگر اولیا نے مہر وصول کر لیا ہو انہیں لازم ہے کہ وہ مہر اس کی مستحق عورت کو پہنچا دیں۔

مہر کی ادائیگی میں فراخ دلی چاہئے

فرمان باری تعالیٰ ہے:

اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (البقرہ:۲۳۷)

ترجمہ: یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ (کنزالایمان)

مہر واپس نہ لو

خالق کائنات عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا .وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (النساء ۲۰۔۲۱)

ترجمہ: اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔ اور کیوں کر اُسے واپس لو گے حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہولیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔ (کنزالایمان)

ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ اگر کوئی شخص ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسری سے نکاح کرنا چاہے اس حال میں کہ پہلی بیوی کو کثیر مال واسباب دے چکا ہے تو دیئے ہوئے مال میں سے کچھ واپس نہ لے کیوں کہ جدائی شوہر کی طرف سے ہے۔

دوم: اس آیت سے گراں مہر مقرر کرنے کے جواز پر دلیل لائی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسر منبر فرمایا: عورتوں کے مہر گراں نہ کرو۔ ایک عورت نے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ اے ابن خطاب! اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ اس پر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے جو چاہو مقرر کرو۔ (خزائن العرفان)

سوم: اس آیت میں اہل جاہلیت کے اس فعل کا رد ہے کہ جب انہیں کوئی دوسری عورت پسند آتی تو وہ اپنی بیوی پر تہمت لگاتے تا کہ وہ اس سے پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے واپس دے دے۔ اس طریقہ کو اس آیت میں منع فرمایا اور جھوٹ اور گناہ بتایا۔

مہر معاف کرنے کا اختیار عورت کو ہے

اگر عورت کے اولیا میں سے کوئی مہر کو معاف کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کہ مہر معاف کرنے کا اختیار اور پاور عورت کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کے فرمان "الا ان یعفون . سے معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو مہر کا کوئی جز ہبہ کریں یا کل مہر مگر مہر بخشوانے کے لیے انہیں مجبور کرنا ان کے ساتھ بد خلقی نہ کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فان طبن لکم فرمایا جس کے معنی ہیں دل کی خوشی سے معاف کرنا۔

مہر معاف کرنے پر مال شوہر کا ہوگا

ارشاد رب ذوالجلال ہے:

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا (النساء آیت: ۴)

ترجمہ: پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔ (کنز الایمان)

غیر مدخولہ کا مہر

قرآن پاک میں ہے: وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

ترجمہ: اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لیے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے۔ (کنز الایمان)

مہر کے عدم تقرری پر کچھ دے کر رخصت کرو

ارشاد باری عزوجل ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُه وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُه مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ۔ (البقرہ آیت:۲۳۶)

ترجمہ: تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر کرلیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو، مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگدست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز، یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔ (کنزالایمان)

صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ آیت ایک انصاری کے باب میں نازل ہوئی جنہوں نے قبیلۂ بنی حنیفہ کی ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی مہر معین نہ کیا پھر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اگر اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی تو مہر لازم نہیں، ہاتھ لگانے سے مجامعت مراد ہے اور خلوت صحیحہ اسی کے حکم میں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ذکر مہر بھی نکاح درست ہے مگر اس صورت میں بعد نکاح مہر معین کرنا ہوگا اگر نہ کیا تو بعد دخول مہر مثل لازم ہو جائے گا۔

ومتعوھن کے تحت فرماتے ہیں:

جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس کو قبل دخول طلاق دی ہو اس کو تو (تین کپڑوں کا ایک) جوڑا دینا واجب ہے اور اس کے سوا ہر مطلقہ کے لیے مستحب ہے۔ (مدارک، خزائن العرفان)

مہر کے ثبوت میں احادیث کریمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم نے ان کا کتنا مہر مقرر کیا۔ انہوں نے کہا ایک گٹھلی کے برابر سونا آپ نے فرمایا، ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا یارسول اللہ! میں آپ کے پاس آئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا نظر اوپر اٹھائی پھر نظر نیچے کرلی پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی، آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھے اور کہنے لگے یارسول اللہ! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو پھر اس سے میرا نکاح کردیجئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اپنے گھر جاؤ شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے۔ وہ گئے اور پھر واپس آگئے۔ اور کہا بخدا مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا: دیکھو خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو، وہ گئے اور واپس آگئے، اور بولے بہ خدا لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرے پاس صرف یہ تہبند ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی؟ اگر تم اس کو پہنو گے تو اس کے پاس کچھ نہ ہوگا اور اگر وہ اس کو پہنے گی تو تمہارے پاس کچھ نہ ہوگا۔ وہ بیٹھ گئے۔ جب کافی دیر ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ان کو بلانے کا حکم دیا۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ انہوں نے شمار کرکے بتایا کہ ان کو فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ان صورتوں کو زبانی پڑھتے ہو؟ بولے: ہاں، آپ نے فرمایا: جاؤ تمہیں جو قرآن یاد ہے اس کے سبب سے میں نے یہ عورت تمہاری ملک میں دے دی۔ (صحیح بخاری ومسلم)

شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی اس حدیث کی تشریح میں امام نووی علیہ

الرحمہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن کو مہر بنانا درست ہے اور قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا صحیح ہے، یہ دونوں امور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک جائز ہیں۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا امام ابو حنیفہ کے علاوہ تمام فقہا کے نزدیک صحیح ہے۔

امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر نہیں بنایا بلکہ اس سبب سے اس کا نکاح اس عورت سے کیا کہ اس کو قرآن مجید تھا اور یہ اسلام کی علامت ہے۔۔۔۔ اور علامہ عینی نے فرمایا کہ تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ (ملخصاً از شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی)

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا اور اللہ کو علم ہے کہ اس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ تھا۔ اس شخص نے اس عورت کو دھوکا دے کر اس کی فرج کو حلال کر لیا، قیامت کے دن وہ اللہ عزوجل سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا اور جس شخص نے کسی شخص سے قرض لیا اور اللہ کو علم ہے کہ اس کا ارادہ اس قرض کو واپس کرنے کا نہ تھا، بخدا اس نے اس شخص کو دھوکا دیا اور باطل کے عوض اس کے مال کو حلال کر لیا، وہ قیامت کے دن اللہ سے چور ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (مسند احمد بن حنبل: ج ۴، ص ۳۳۲)

ازواج مطہرات کے مہر

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنا مہر مقرر کرتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: آپ کی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور نش ہوتا تھا۔ فرمایا: تم جانتے ہو نش کیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: نصف اوقیہ

(ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تو یہ پانچ سو درہم ہو گئے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر تھا۔ (مسلم شریف، ابن ماجہ)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، وہ حبشہ کی سرزمین میں فوت ہو گئے، پھر نجاشی نے ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور ان کا مہر چار ہزار درہم مقرر کیا اور ان کو شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بھیج دیا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے گھر کے سامان کے بدلے میں نکاح کیا جس کی مالیت چالیس درہم تھی۔ (المعجم الاوسط)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گھر کے سامان پر نکاح کیا جس کی مالیت دس درہم تھی۔ (المعجم الکبیر)

حضور کی صاحبزادیوں کے مہر

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالعجفاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سنو! عورتوں کا مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو کیوں کہ اگر اس دنیا میں کوئی عزت ہوتی یا اللہ کے نزدیک اس میں تقویٰ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق تھے کہ آپ مہر میں غلو کرتے اور میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ یا اپنی کسی صاحبزادی کا بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہ کیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بارہ اوقیہ ۴۸۰ درہم کے برابر ہیں۔

وضاحت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۵۰۰ درہم کا ذکر کیا ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول گویا تقریباً ہے۔ نیز حضرت ام حبیبہ کا مہر جو چار ہزار

درہم تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کیا تھا بلکہ نجاشی نے مقرر کیا تھا اس لیے مذکورہ بالا حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے لوہے کی ایک زرہ عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اس زرہ کے عوض حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرا نکاح کردیا اور فرمایا یہ زرہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس بھیج دو، سو میں نے بھیج دی، بخدا اس کی قیمت چار سو اور کچھ درہم تھی۔

ازواج مطہرات اور بنات رسول کے مہر کا تفصیلی نقشہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر			دیگر ازواج مطہرات کا مہر		
۴۰۰۰/درہم	۲۷۴۴۱/گرام چاندی	۱۰۵۲/تولہ	۵۰۰/درہم	۱۵۰۹/گرام چاندی	۱۳۱.۵/تولہ
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر			سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر		
۴۰/درہم	۴۷۲.۱۲۲/گرام چاندی	۵.۱۰/تولہ	۴۰۰/درہم	۷۲.۱۲۲۴/گرام چاندی	۱۰۵/تولہ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر			دیگر صاحبزادیوں کا مہر		
۱۰/درہم	۶۱۸.۳۰/گرام چاندی	۶۲۵.۲/تولہ	۴۸۰/درہم	۶۴.۳۶۷۱/گرام چاندی	۱۲۶/تولہ

محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: دس درہم برابر ۳۲ گرام ۶۵۹ ملی گرام ہوتا ہے۔ مہر ادا کرتے وقت نرخ بازار سے اتنی چاندی کی قیمت ادا کریں۔

☆☆☆

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

کنز الایمان، امام احمد رضا خان قدس سرہ

خزائن العرفان، علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی

ضیاء القرآن، علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری

بہار شریعت، حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی قدس سرہ

شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی

قانون شریعت، مفتی شمس الدین جونپوری

سنی بہشتی زیور، علامہ خلیل احمد برکاتی

شرح حدائقِ بخشش

فی

مدحِ خیر الخلائق

مکمل 2 جلدیں

کلام

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرّہٗ العزیز

مطالب و تشریح

صوفی محمد عبد الستار طاہر مسعودی

شاکر پبلی کیشنز

اردو بازار لاہور

فون: 042-37240084

تحفۂ نکاح

حقوق زوجین

مفتی محمد شاکر نوری دامت برکاتہ عالیہ

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون: 042-37240084

آئینہ کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد!

محسنِ انسانیت حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل دنیا میں ہر شخص اپنے حقوق اور فرائض سے غافل تھا، مرد عورتوں سے تو اپنے سارے حقوق ادا کرواتے تھے مگر عورتوں کو ایک لونڈی کی حیثیت سے رکھتے تھے، نہ ان کے حقوق کی ادائیگی کرتے تھے اور نہ ہی انہیں کوئی قدر ومنزلت دیتے تھے۔ مذہب اسلام کی جلوہ گری ہوتے ہی ساری انسانیت کو اس کے حقوق سے آشنا کرادیا گیا، مردوں کو ان کے حقوق بتائے گئے، عورتوں کو ان کے حقوق دلائے گئے اور سب کے حقوق کی حفاظت کے لیے قانونِ الٰہی آسمان سے نازل ہوا۔

مرد پر نکاح کے بعد عورت کے حقوق کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے کہ اگر وہ اس میں کوتاہی برتتا ہے یا اسے فراموش کرتا ہے تو اسلامی نقطۂ نظر سے عذابِ خداوندی کا سزاوار ہوگا۔ مرد پر عورت کے کیا کیا حقوق بنتے ہیں؟ قرآن وحدیث میں اس کی مکمل وضاحت موجود ہے۔ پڑھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔

حسن معاشرت کا حکم

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا" اپنی بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزارو، ہوسکتا ہے تم کسی بات کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو۔ (سورۂ نسا:۱۹)

اللہ عزوجل نے بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم فرمایا۔لہٰذا شوہر پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، شوہر پر بحیثیت شوہر اپنی بیوی اور بچوں کے کھانے، کپڑے اور رہائش کی ذمہ داری ہے۔

حسن معاشرت کی چند مثالیں

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہت اچھی طرح خوش مزاجی اور خوش اخلاقی سے اپنی زندگی کے شب وروز بسر کرتے تھے۔آپ کی خاطر داری اور دل جوئی کے چند واقعات ملاحظہ کریں۔

۱﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں: كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ (بخاری شریف:۶۷۶) یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام گھر کے کاموں میں عورتوں کا ہاتھ بٹاتے تھے مثلاً کبھی جھاڑو دے دیا کبھی بستر وغیرہ تہہ کر دیا یا آٹا وغیرہ گوندھ دیا یا سینے پرونے کے کام میں شامل ہو گئے، لیکن افسوس کہ آج کے شوہر سارے کام بیویوں سے لینا چاہتے ہیں، ان کی ناز برداری اور ان کے راحت اور آرام کا خیال نہیں کرتے۔ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

۲﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

عرب کی گیارہ عورتیں جمع ہوئیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے شوہروں کے حالات وسلوک کو بیان کیا، گیارہویں عورت نے جس کا نام اُم زرع تھا، اپنے شوہر ابوزرع کی بہت تعریف بیان کی کہ میں ایک غریب گھر کی بیٹی تھی، نہایت تنگی ومشقت سے گزر بسر ہوتا تھا لیکن ابوزرع نے مجھ کو اونٹوں والی، گھوڑوں والی، مویشی والی، باغوں والی، کھیتوں والی، محلوں والی بنا دیا اور اب حال یہ ہے کہ دودھ کے بڑے بڑے مٹکے گھر میں بھرے رہتے ہیں۔زیورات اتنے ہیں کہ میرے کان ٹوٹ گئے، سونا چاندی کے زیوروں

سے مجھے لاد دیا اور وہ مرغن کھانے اور اچھی اچھی غذائیں کھلائیں کہ چربی سے میرے بازو بھر گئے، مجھ کو بہت خوش کیا اور میں بھی ان سے بہت خوش ہوں، کبھی بک جھک کر جاتی ہوں تو وہ برا نہیں مانتے اور نہ کبھی برا کہتے ہیں، میں اپنے گھر کے اندر مالک و مختار ہوں، جہاں چاہوں جس طرح چاہوں رہوں اور خرچ کروں، ذرا بھی روک ٹوک نہیں کرتے، کئی کئی خدمت گزار لونڈیاں میری خدمت میں لگی رہتی ہیں اور ابوزرع مجھ سے کہتے رہتے ہیں کہ اُمِ زرع خوب کھاؤ، پیو، اپنے اہل و عیال کو بھی کھلاؤ۔ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ میں اپنے ازواج کے حق میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ اُمِ زرع کے حق میں ابوزرع ہیں۔ (بخاری شریف: ۵۱۸۹)

۳ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خوش کرنے کے لیے ان کی سہیلیوں کو گڑیا کھیلنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے پاس گھوڑے کی گڑیا دیکھی جس کے دونوں بازو پر پر لگے ہوئے تھے، فرمایا یہ گھوڑا کیسا ہے؟ اس کے دونوں پر کیسے ہیں؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ حضرت سلیمان کے گھوڑے کے پر نہ تھے۔ یہ جواب سن کر حضور بہت ہنسے۔ (ابوداؤد)

۴ خیبر سے واپسی کے وقت ایک مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی پھسل گئی اور حضور گر پڑے اور ام المومنین حضرت صفیہ بھی گر پڑیں۔ حضرت ابوطلحہ آپ کو سنبھالنے کے لیے آپ کی طرف دوڑے تو آپ نے فرمایا: علیک بالمراۃ". یعنی پہلے عورت کی خبر لو، چنانچہ حضرت ابوطلحہ اپنے چہرہ پر کپڑا ڈال کر ان کی طرف چلے، جب ان کے پاس پہونچ گئے تو وہی کپڑا ان کے اوپر ڈال دیا اور کجاوہ درست کر کے ان کو سوار کر دیا۔ (مسند احمد: ۱۳۳۱۰)

ان چند واقعات سے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوش مزاجی و خوش اخلاقی اور ازواج مطہرات کے ساتھ خوبصورت زندگی گزارنے کے چند کوائف معلوم ہوئے۔ ہمیں بھی آپ کے طور و طریق پر عمل کرنا چاہئے۔

دونوں کے حقوق برابر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ" اور عورتوں کا حق مردوں پر ایسا ہی ہے جیسا عورتوں پر ہے دستور کے مطابق۔ (سورۂ بقرہ آیت: ۲۲۸)

اسلام عدل و مساوات کا مذہب ہے، اسلام نے جس طرح عورتوں پر ان کے شوہروں کے حقوق رکھے ہیں اسی طرح شوہروں پر بھی عورتوں کے حقوق رکھے ہیں۔ آج اسلام پر لوگ الزام تراشیاں کرتے ہیں اور اس بات کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں سے ان کے حقوق چھین لیا ہے، ان کو پابند سلاسل کر دیا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قرآنِ مقدس کی صرف مذکورہ آیت کو انصاف و دیانت کی نگاہ سے پڑھ لیں تو دشمنانِ اسلام کی آنکھ کھل جائے کہ اسلام نے جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق رکھے ہیں اسی طرح مردوں کو بھی عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے۔ اسلام نے تو عورت کو وہ عزت اور مقام دیا ہے کہ دوسرے کسی مذہب میں اسے وہ مقام حاصل ہی نہیں۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر نعیمی لکھتے ہیں: اسلام سے پہلے عرب بلکہ ہندوستان میں بھی عورت مثل مال مویشی کے سمجھی جاتی تھی کہ شوہر فقط اپنی خدمت کے لیے کھانا کپڑا دے کر ان سے غلاموں کا سا برتاؤ کرتے تھے بلکہ انہیں جائداد کی طرح استعمال کرتے تھے۔ اسلام نے عورت کو نیچے سے اوپر اٹھایا، اس کے حقوق بھی قائم کیے مگر چوں کہ بالکل برابری کرنے میں گھر کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا، ملکی و خانگی انتظام کے لیے کوئی افسر ضرور چاہیے اگر ملک میں کوئی بادشاہ نہ ہو سب برابر ہوں تو اس کی بربادی یقینی ہے۔ ایسے ہی اگر گھر میں کوئی حاکم نہ ہو، سب یکساں ہوں تو گھر کی تباہی لازمی ہے اس لیے مردوں کو عورتوں کا حاکم بنایا کیوں کہ مرد میں قوت، شجاعت، عقل وغیرہ زیادہ نیز اس کے ذمہ بیوی کا سارا خرچ بعض حقوق تو مشترک ہیں اور بعض خاص حقوق مشترکہ دو قسم کے ہیں ایک حقوق شرعی جس کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اور جن کے ادا کرنے پر حاکم مجبور کر سکتا ہے۔ دوسرے حقوق اخلاقی کہ جن کا ادا کرنا ضروری مگر ان کا عدالت میں دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

عورت کے حقوق شرعی مرد پر چار قسم کے ہیں (۱) کھانا کہ جیسا خود کھائے اسے بھی کھلائے (۲) کپڑا کہ جیسا خود پہنے اسے بھی پہنائے اور حسب حیثیت اسے آرام میں رکھے (۳) مکان کہ حسب حیثیت اسے رہنے کے لیے جگہ دے۔ (۴) مجامعت۔

مرد کے لیے ضروری ہے کہ بیماری میں اس کا علاج کرائے، کبھی کبھی اس کو میکے والوں سے ملاتا رہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے اچھا لباس پہنتا ہوں کہ جب میلے کپڑے میں وہ مجھے بری معلوم ہوتی ہے تو میں اسے کب اچھا معلوم ہوں گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم قیامت میں مجھ سے قرب چاہتے ہو تو اپنی بیویوں کو راضی رکھو۔ بلکہ اس کی خوشنودی کے لیے اس کے میکے والوں بلکہ اس کی سہیلیوں سے بھی سلوک کرو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے قربانی کرتے جس کا گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ لہٰذا مرد کو چاہئے کہ بیوی کے انتقال کے بعد تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی، صدقہ وغیرہ اس کے ایصال ثواب کے لیے کرے۔ یہ بھی بہتر ہے کہ زندگی میں اپنی بیوی کو جن عورتوں سے محبت و میل ہو وہ فاتحہ کا کھانا انہیں بھیجے، اسے بعد وفات اچھائی سے یاد کرے، اس کے لیے دعائے مغفرت کرے، اس کے ماں باپ و اہل قرابت کا ہمیشہ احترام کرے۔ جب کہ حضور نے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں سے یہ سلوک کیا تو بیوی کے ماں باپ و اہل قرابت تو زیادہ سلوک کے حقدار ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر ایک دونوں کو خوش رکھنے کی انتہائی جائز کوشش کریں۔ (تفسیر نعیمی جلد دوم ص: ۴۹۳)

سب سے اچھا کون؟

رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَ اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ" تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔ (ابن ماجہ: ۲۰۵۳)

اس حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کے لیے بہتر ہو وہ سب

سے بہتر انسان ہے۔ کیوں کہ بیوی مرد کے زیر دست ہوتی ہے، اس پر اس کو حاکم بنادیا گیا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے تصرفات کا بے جا استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ جو اپنی بیوی کی نظر میں بہتر ہو یعنی اس کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اس کے دل میں اپنے لیے جگہ بنالے وہ سب سے بہترین انسان ہے اور پھر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مثال بھی پیش فرمائی کہ میں تم میں اپنی بیویوں کے لیے سب سے بہتر ہوں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے ساتھ ہمیشہ رفق و نرمی کا برتاؤ کیا ہے، کبھی کسی کی حق تلفی نہ ہونے دی اور تمام ازواج کے درمیان عدل و مساوات کا خاص خیال فرمایا ہے، آپ ان کی دلجوئی بھی فرماتے تھے۔ آپ کی ذات زندگی کے ہر مرحلہ میں ہمارے لیے رہنما ورہبر ہے لہٰذا اپنی بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی ہمیں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو دیکھنا چاہئے اور آپ کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کرنا چاہئے۔

عورتوں کو مارنے کی ممانعت

حضرت معاویہ قشیری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہماری عورتوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہیں وہ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور انہیں وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو نہ انہیں مارو اور نہ انہیں برا بھلا کہو۔ (ابوداؤد: ۲۱۴۶)

ایک بار ولید بن عقبہ کی عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کرنے آئیں کہ ولید مجھ کو بہت مارتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نے فرمایا کہ ولید سے جا کر بتا دینا کہ حضور نے مجھ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے، تھوڑی دیر بعد وہ پھر آئیں اور کہنے لگیں کہ ولید نے اب تو مجھے اور مارا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کپڑے کا ایک ٹکڑا کاٹ کر بطور نشانی عطا فرمایا۔ عورت نے جا کر دکھایا تو اس

نے عورت کو اور بھی مارا پھر وہ شکایت لے کر حاضر ہوئیں، اب آپ نے ولید پر بددعا فرمائی۔ (منتخب کنز العمال)

حضرت فاطمہ بنت قیس حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مشورہ کرنے آئیں کہ مجھ سے دو شخص نکاح کے خواہش مند ہیں، ایک ابوجہم دوسرے معاویہ، حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں مناسب نہیں ہیں۔ ابوجہم تو اس لیے مناسب نہیں کہ بڑا مارنے والا ہے کبھی اس کی لاٹھی گردن سے الگ نہیں ہوتی، لیکن معاویہ فقیر و تنگ دست ہیں، تمہارا گزر بسر وہاں ٹھیک طور سے نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَ هِيَ يُسْتَمْتَعُ بِهَا عَلٰى عِوَجٍ" عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے، اس سے اس کی کجی کے ساتھ ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۳۳)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے معاملہ میں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اور حکمت عملی و دانائی کے ساتھ گزر بسر کرنا چاہئے۔

تین اہم باتیں

لوگوں نے سنا کہ جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات شریف کے وقت آہستہ آہستہ یہ تین باتیں فرماتے تھے: نماز پڑھو، لونڈی، غلاموں کے ساتھ بھلائی کیا کرو اور عورتوں کے بارے میں اللہ ہی اللہ ہے۔ یہ تمہاری قیدی ہیں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (کیمیائے سعادت: ۲۶۲)

مذکورہ تین باتیں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری نصیحت و وصیت ہیں، گویا حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت کے تعلق سے ان تین باتوں کا زیادہ خدشہ تھا اسی لیے آپ وصال شریف کے وقت بھی ان تین چیزوں کی تاکید فرما رہے

تھے۔ آج ہمارے درمیان یہ تینوں باتیں عام ہو چکی ہیں، ہم نمازوں سے دن بہ دن غافل ہوتے چلے جا رہے ہیں، اپنے زیردستوں اور اپنے نوکروں پر ظلم و زیادتی کرنا ہمارا اشعار بن چکا ہے اور بیویوں کے حقوق کی پامالی ہماری عادت بن چکی ہے۔ گویا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج سے چودہ سو سال پہلے ہی یہ دیکھ رہے تھے کہ ایک دور ایسا آنے والا ہے جس میں یہ تین باتیں عام ہو جائیں گی لہٰذا آپ نے اپنی وفات کے وقت بھی ان تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ہم اگر محبت رسول کے دعویدار ہیں تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے ہر ہر لفظ کو عملی جامہ پہنائیں۔

ایذا پر صبر کا ثواب

رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کی بد خصلتی پر صبر کرے اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی مصیبت پر ملا۔ (کیمیائے سعادت: ۲۶۲)

عورتوں پر مردوں کے حقوق

اے اسلام کی مقدس شہزادیو! اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو بیویوں پر حاکم بنایا ہے اور بہت بڑی بزرگی دی ہے۔ چنانچہ قرآنِ مقدس میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ (سورہ نسا: آیت ۳۴)

اسلام کی مقدس شہزادیو! ایک حاکم کا عہدہ کتنا بلند ہوتا ہے کہ اگر وہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنی حکومت چلا رہا ہے اور اس کی رعایا میں سے کوئی اس سے بغاوت کرے تو اس کی سزا موت ہے۔ اللہ عزوجل نے اس آیت میں عورتوں پر مردوں کو حاکم قرار دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد اگر عورت کے حقوق کی ادائیگی کرتا ہے اور عورت اس کے حکم کے خلاف عمل کرتی ہے تو کل بروزِ قیامت ایسی عورت ضرور بالضرور عذابِ خداوندی کی حقدار ہوگی۔ اس لیے ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کا حکم مانے اور خوشی خوشی اپنے شوہر کے ہر جائز

حکم کی تابعداری کرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بہت بڑا حق بنایا ہے۔ یاد رکھو کہ شوہر کو راضی وخوش رکھنا بہت بڑی عبادت ہے اور شوہر کو ناخوش اور ناراض رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔

نیک عورت کون؟

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ" نیک عورتیں (خاوند کی) فرمانبرداری کرتی ہیں اور خاوند کی غیر موجودگی میں (اس کے مال وعزت کی) حفاظت کرتی ہیں جس طرح اللہ عزوجل نے حفاظت کا حکم دیا ہے۔ (سورۂ نسا:۳۴)

بیوی پر فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے اور خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے مال ودولت اور عزت وآبرو کی بھی حفاظت کرے۔ اس کی عزت وآبرو کی حفاظت سے مراد یہ بھی ہے کہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرے۔

شوہر کی ناشکری کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اُرِیْتُ النَّارَ فَاِذَا اَکْثَرُ اَھْلِھَا النِّسَآءُ یَکْفُرْنَ قِیْلَ اَیَکْفُرْنَ بِاللّٰہِ قَالَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ وَ یَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدَاھُنَّ الدَّھْرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنْکَ شَیْئًا قَالَتْ مَا رَأَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ" مجھے جہنم کی آگ دکھائی گئی، جہنم میں ان عورتوں کی تعداد زیادہ تھی جو ناشکری کرتی ہیں، پوچھا گیا کیا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا: خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں اور اس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتیں، اگر تم ساری عمر اُن کے ساتھ احسان کرتے رہو اور صرف ایک دن وہ تم سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھیں تو کہتی ہیں کہ مجھے تم سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔ (بخاری جلد اول ص:۹)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَایَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی اِمْرَاَۃٍ لَاتَشْکُرُ لِزَوْجِھَا"۔ یعنی خدائے وحدہ

لاشریک اس عورت کو رحمت کی نظر سے نہ دیکھے گا جو شوہر کی نافرمانی وناشکری کرے۔(بیہقی شریف:۱۵۱۱۷)

عورتوں میں اکثر ناشکری اور شوہروں کی نافرمانی کی عادت پائی جاتی ہے۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں سب سے زیادہ وہ عورتیں ہوں گی جو اپنے شوہروں کی نافرمانی اور ناشکری کرتی ہیں۔ لہٰذا ہماری اسلامی بہنوں کو ہمیشہ اپنے شوہروں کی اطاعت وفرمانبرداری اوران کی شکرگزاری کرتے رہنا چاہئے تاکہ جہنم کے دہکتے ہوئے شعلوں سے محفوظ ہوسکیں۔

فرشتوں کی لعنت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ حَقَّ الزَّوْجِ عَلٰی زَوْجَتِہٖ اِنْ سَأَلَھَا نَفْسَھَا وَ ھِیَ عَلٰی ظَھْرِ بَعِیْرٍ اَنْ لَّا تَمْنَعَہٗ نَفْسَھَا وَ مِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَی الزَّوْجَۃِ اَنْ لَّا تَصُوْمَ تَطَوُّعًا اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَاِنْ فَعَلَتْ جَاعَتْ وَعَطَشَتْ وَ لَا یُقْبَلُ مِنْھَا وَ لَا تَخْرُجَ مِنْ بَیْتِھَا اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْھَا مَلٰئِکَۃُ السَّمَاءِ وَ مَلٰئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَ مَلٰئِکَۃُ الْعَذَابِ حَتّٰی تَرْجِعَ"۔

بیوی پر خاوند کا حق یہ ہے کہ جب خاوند اسے (مقاربت کے لئے) بلائے تو وہ فوراً آجائے خواہ اس وقت وہ سفر کے لیے اونٹ کی پشت پر ہو اور بیوی پر خاوند کا حق یہ ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے اور اگر رکھے تو وہ قبول نہیں ہوں گے، وہ صرف بھوک اور پیاس ہے اور گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے، اگر گئی تو آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور

عذاب کے فرشتے سب اس پر لعنت کریں گے جب تک وہ لوٹ کر نہیں آتی۔ (مجمع الزوائد جلد چہارم ص: ۳۰۷)

اس حدیث میں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے واضح انداز میں شوہر کی اہمیت اور عورت پر اس کے حقوق کو بیان فرمایا ہے کہ ایک عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی عبادت بھی نہیں کر سکتی اور اگر نفل روزہ رکھتی بھی ہے تو ثواب سے محروم رہے گی اور اگر کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلتی ہے تو جب تک وہ گھر واپس لوٹ کر نہ آجائے اللہ کے معصوم فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں اور فرشتوں کی لعنت (اللہ اکبر) وہ فرشتے جو گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہوتے ہیں، جو ہمیشہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مشغول رہتے ہیں وہ جس پر لعنت کر دیں کیا اللہ اس پر رحمت کی نظر فرمائے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ لہٰذا اسلامی بہنیں اس حدیث سے سبق سیکھیں اور اپنے شوہروں کی قدر کریں، ان کی اجازت کے بغیر گھر سے قدم باہر نہ نکالیں اور ہمیشہ ان کے حقوق کی ادائیگی کرتی رہیں تاکہ فرشتوں کی لعنت اور اللہ عزوجل کے عذاب سے محفوظ رہ سکیں۔

شوہر کی اطاعت لازم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَ لَوْ اَنَّ رَجُلاً اَمَرَ اِمْرَأَةً اَنْ تُنْقِلَ مِنْ جَبَلٍ اَحْمَرَ اِلٰى جَبَلٍ اَسْوَدَ وَ مِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰى جَبَلٍ اَحْمَرَ لَكَانَ نَوْلُهَا اَنْ تَفْعَلَ" اگر میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم دیتا تو ضرور عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حکم دے کہ سرخ پہاڑ کو سیاہ کر دے اور سیاہ پہاڑ کو سرخ کر دے تو اس پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ ایسا کرے۔ (ابن ماجہ: ۱۳۳)

نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی شخص کو کسی مخلوق کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ابن ماجہ: ۱۹۲۵)

اسلام کی مقدس شہزادیو! سجدہ بندگی کی ایسی کیفیت کا نام ہے کہ اس سے بہتر عبادت کی کوئی کیفیت ہو ہی نہیں سکتی، سجدہ مسجود کی عظمت شان کا اعلان ہوتا ہے، سجدہ اپنی نیاز مندی کا ثبوت ہوتا ہے، سجدہ اپنی عاجزی کا اعلان ہوتا ہے، حالتِ سجدہ میں بندہ اپنی مقدس پیشانی کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دیتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ اگر مخلوق میں کسی کو سجدہ کا حکم ہوتا تو وہ عورتوں کو ہوتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اور ایک حدیث میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے مردوں کا حق عورتوں کے ذمہ کر دیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ سرخ پہاڑ کو سیاہ اور سیاہ پہاڑ کو سرخ کر دے تو عورت پر لازم ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عورتوں پر شوہروں کی فرمانبرداری کس قدر لازم ہے کہ کتنا دشوار کام ہے پہاڑ کے رنگ کو تبدیل کرنا۔ اس حدیث سے ان عورتوں کو نصیحت حاصل کرنا چاہئے جو اپنے شوہروں کی قدر نہیں کرتی ہیں اور ان کی حکم عدولی کرتی ہیں۔

اللہ کا حق ادا نہ ہوگا

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تُؤَدِّی الْمَرْأَۃُ حَقَّ رَبِّھَا حَتّٰی تُؤَدِّیَ حَقَّ زَوْجِھَا" قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے عورت خدا کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر دے۔ (ابن ماجہ: ۱۳۳۰)

اسلام کی مقدس شہزادیو! اس حدیث میں شوہر کے حقوق کی اہمیت کو کتنے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو گویا اس نے اللہ کے حقوق کو پامال کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کے لیے نفل نماز سے بہتر شوہر کی خدمت ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کی خدمت ترک کر کے نفل نماز میں مشغول رہتی ہے تو اس کا یہ نماز پڑھنا کچھ سودمند نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی نفلی عبادت کرے تو گنہگار ہوگی۔

چناں چہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اور سوائے فرض کے کسی دن بغیر اس کی اجازت کے روزہ نہ رکھے اگر ایسا کیا یعنی بغیر اجازت روزہ رکھ لیا تو گنہ گار ہوئی اور بغیر اجازت اس کا کوئی عمل مقبول نہیں، اگر عورت نے کر لیا تو شوہر کو ثواب ہے اور عورت پر گناہ اور بغیر اجازت اس کے گھر سے نہ جائے، اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا اگر چہ شوہر ظالم ہو، فرمایا اگر چہ شوہر ظالم ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۵)

شوہر کی اطاعت کا صلہ جنت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَ صَامَتْ شَهْرَهَا وَ حَفِظَتْ فَرْجَهَا وَ اَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيْلَ لَهَا ادْخُلِيْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ"

عورت جب پانچوں نماز پڑھے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عفت

کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔ (مجمع الزوائد جلد چہارم ص: ۳۰۶)

اسلام کی مقدس شہزادیو! دنیا میں انسان کوئی بھی نیکی کرتا ہے تو اس کے دل میں جنت پانے کی تمنا رہتی ہے اور اس حدیث میں عورت کے لیے ایسی نیکیوں کا ذکر ہے کہ اگر کوئی عورت ان نیکیوں کی پابند ہو جائے تو اس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ جس دروازے سے چاہے وہ جنت میں داخل ہو سکتی ہے۔ (۱) نمازِ پنج گانہ کی پابندی۔ نماز ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے، اس کی ادائیگی کے بغیر چھٹکارا نہیں اگر کوئی شخص اس میں کوتاہی برتتا ہے تو اللہ کے غضب کا شکار ہوگا۔ حتی کہ جو لوگ نماز کو سستی سے پڑھتے ہیں ان کے بارے میں قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان نمازیوں کے لیے ویل (جہنم کی ایک وادی) ہے جو اپنی نماز سستی سے ادا کرتے ہیں۔ تو جب سستی سے ادا کرنے والے جہنم کے سزاوار ہو سکتے ہیں تو جو لوگ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے ان کا کیا حال ہوگا۔ (۲) رمضان کے روزے۔ ماہِ رمضان المبارک کے روزے بھی ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہیں کہ بغیر عذر اگر کوئی اسے چھوڑ دے تو سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (۳) اپنی عفت کی حفاظت کرے۔ یعنی غیر محرموں کے سامنے بے پردگی نہ کرے، شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے زندگی گزارے اور بدکاری اور اس کے تمام دواعی سے دور رہے۔ (۴) اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔ یعنی شوہر کے تمام حقوق کی ادائیگی کرتی رہے، اس کے حکم کے پر عمل کرتی رہے اور کبھی اس کے دل کو تکلیف نہ پہنچائے تو ایسی عورت جنت کی مستحق ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ دور نبوی میں ایک شخص سفر میں گیا ہوا تھا اور بیوی کو حکم دے گیا کہ میری عدم موجودگی میں بالا خانے سے نیچے نہ اترنا۔ اسی اثنا میں اس عورت کا باپ سخت بیمار ہوا، عورت نے خدمت نبوی میں بالا خانے سے اتر کر باپ کے گھر جانے کی اجازت منگوائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے خاوند کی

اطاعت کر، پھر خبر ملی کہ اس کے باپ کا انتقال ہوگیا، اس نے جانے کی اجازت چاہی ،فرمایا: شوہر کی اطاعت کر۔ الغرض! باپ کی تجہیز و تکفین بھی ہوگئی، مگر وہ شوہر کی اطاعت کے خلاف مکان کے باہر نہ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہلایا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اس کی وجہ سے تیرے باپ کو رب تعالیٰ نے بخش دیا۔ (احیاء العلوم)

نماز قبول نہیں ہوتی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی اور ان کی نیکی بلند نہیں ہوتی۔ بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کے پاس لوٹ نہ آئے اور اپنے کو ان کے قابو میں نہ دے دے، وہ عورت جس کا شوہر اس پر ناراض ہے اور وہ امام جس کی اقتدا کرنا لوگ ناپسند کریں۔ (ترمذی شریف: ۳۶۱)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو عورتیں اپنے شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں اور ان کے دلوں کو تکلیف پہنچاتی ہیں اور انہیں ناراض رکھتی ہیں ان کا کیا حشر ہوگا کہ ان کی ہوئی ساری نیکیاں برباد اور غیر مقبول ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے شوہروں کو راضی رکھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے اعمال مقبول ہوسکیں اور کل بروزِ قیامت شرمندگی سے بچ سکیں۔ دنیاوی اعتبار سے بھی شوہروں کی ناراضگی باعثِ ضرر ہے۔ آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ جو عورتیں اپنے شوہروں کے حقوق کی ادائیگی نہیں کرتیں اور انہیں ناراض رکھتی ہیں ان کی زندگی چین وسکون سے محروم ہو جاتی ہے اور آئے دن گھر میں جھگڑا، لڑائی ہوتے رہتی ہے اور زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ لہٰذا عورتیں اگر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اپنے شوہروں کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں تو ان کی دنیاوی زندگی بھی سنور جائے گی اور آخرت میں بھی اجر وثواب کی مستحق ہوسکیں گی۔

مردوں کے حقوق کی تفصیل

صاحب تفسیر نعیمی حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

مرد کے بھی عورت پر کچھ شرعی حقوق ہیں جس کے ادا نہ کرنے پر مرد عورت کا خرچہ بند کر سکتا ہے۔

(۱) عورت کو ضروری ہے کہ مرد کو اپنے پر قابو دے بشرطیکہ کوئی شرعی خرابی حیض وغیرہ نہ ہو۔

(۲) عورت کو لازم ہے کہ شوہر کے بے اجازت اس کے گھر سے نہ جائے۔

(۳) عورت کو لازم ہے کہ شوہر کے گھر میں اسے نہ آنے دے جس کے آنے سے شوہر ناراض ہے۔ یہ حقوقِ شرعی تھے، رہے حقوقِ اخلاقی وہ بے شمار ہیں۔

عورت مرد کے لیے کھانا تیار کرے، بوقتِ ضرورت اس کے کپڑے سیئے اور دھوئے بلکہ ہر طرح اسے راضی کرنے کی کوشش کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ اس کے گھر کو آراستہ رکھے، اس کی رضا کے لیے بناؤ سنگار کرے، اس کی بغیر اجازت نفلی روزے اور نفلی نماز میں مشغول نہ ہو غرض کہ اس کی ہو کر رہے۔

ڈاکٹر لازنس کا خدشہ

سڈنی کے ایک مشہور عالم نفسیات اور نجومی ڈاکٹر لازنس نے کہا کہ دنیا میں پاگل پن کی سب سے بڑی وجہ جھگڑالو بیویاں ہیں، کسی نے اس حقیقت کی تفصیل چاہی تو ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اڑتالیس فیصد پاگل مرد اپنی جھگڑالو بیویوں کی وجہ سے پاگل ہوئے ہیں، کیوں کہ یہ مرد حساس ہوتے ہیں اس لیے وہ نہ تو اپنی بیویوں کو زدوکوب کرتے ہیں اور نہ ہی جھڑکتے ہیں جس کا لازمی اثر ذہنی پریشانیوں کی صورت میں ان پر پڑتا ہے۔ پھر انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ آئندہ بیس سال کے اندر چالیس فیصد شوہر اپنی بیویوں کے ہاتھوں پاگل ہو جائیں گے۔ (ماہِ طیبہ جولائی ۱۹۶۳ء)

اے اسلام کی مقدس شہزادیو! عورت کی تخلیق شوہر کی تسکین کی خاطر ہوئی ہے،

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں وحشت محسوس ہوتی تھی تو اللہ عزوجل نے ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا تاکہ ان کی وحشت ختم ہو جائے۔اسی طرح نکاح کا حکم بھی اسی لیے ہے تاکہ مرد سکون کی زندگی گزار سکیں چنانچہ خود اللہ رب العزت نکاح کے مقصد کو واضح فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے "لِتَسۡكُنُوٓاْ إِلَيۡهَا" تاکہ تم ان (عورتوں) سے سکون حاصل کر سکو۔مگر آج کے دور میں عورت طرح طرح کی بے جا فرمائشوں اور مردوں سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر الجھنے کی وجہ سے ان کے سکون کو غارت کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔اس کی تخلیق تو اس لیے ہوئی تھی کہ مرد دن بھر کا تھکا ہارا شام کو جب گھر واپس آئے تو عورت کی مسکراہٹ اس کے دن بھر کی تھکان کو دور کر دے مگر آج حال یہ ہو گیا ہے کہ مرد دن بھر تھکا ہارا جب گھر واپس آتا ہے اور عورت کی فرمائشوں کو پورا کرنے میں ذرا بھی کمی رہ جاتی ہے تو وہ اپنے شوہر پر برس پڑتی ہے۔یاد رکھو! شوہر کی ناراضی اللہ کی ناراضی کا سبب بن جاتی ہے اور شوہر کی خوشنودی جنت کے اعزاز کا باعث ہے لہٰذا ہمیشہ اپنے شوہروں کو راضی رکھنے کی کوشش کرو اور اگر ان سے تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کمی بھی ہو جاتی ہے تو خدا کے واسطے جھگڑا لڑائی سے گریز کرتے ہوئے محبت و نرمی کے ساتھ ان سے اپنے حقوق طلب کیا کرو کہ اس سے شوہر کے دل میں تمہارے لیے محبت کا گوشہ بھی باقی رہے گا اور تمہارے حقوق بھی تمہیں مل جائیں گے اور خدا کی رضا بھی تمہیں حاصل ہوگی اور اگر تم جھگڑا لڑائی پر آمادہ ہو جاؤ گی تو شوہر کا ذہنی سکون بھی ختم ہو جائے گا اور خدا کی ناراضی بھی ہاتھ آئے گی جو دنیا و آخرت میں خسارے کا باعث ہے۔

ان چیزوں کا لحاظ کریں

اسلام کی مقدس شہزادیو! جب تک شادی نہیں ہوتی عورت اپنے ماں باپ کی بیٹی کہلاتی ہے مگر شادی ہو جانے کے بعد عورت اپنے شوہر کی بیوی بن جاتی ہے اور اب اس کے فرائض، اس کی ذمہ داریاں پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ وہ تمام حقوق و فرائض جو بالغ ہونے کے بعد عورت پر لازم ہو گئے تھے اب ان کے علاوہ شوہر کے حقوق کا بھی بہت بڑا بوجھ عورت کے سر پر آ جاتا ہے جس کا ادا کرنا ہر عورت کے لیے بہت ہی ضروری ہے۔

بیویوں پر شوہروں کے حقوق بہت ہیں مگر ان میں سے درج ذیل چند چیزیں بہت زیادہ قابل لحاظ ہیں۔

☆ عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر کہیں نہ جائے، نہ اپنے رشتہ داروں کے گھر، نہ کسی دوسرے کے گھر۔

☆ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ شوہر کے مکان اور مال اور سامان کی حفاظت کرے اور بغیر شوہر کی اجازت کے کسی کو بھی نہ مکان میں آنے دے نہ شوہر کی کوئی چھوٹی بڑی چیز کسی کو دے۔

☆ شوہر کا مکان اور مال و سامان یہ سب شوہر کی امانتیں ہیں اور بیوی ان سب چیزوں کی امین ہے۔ اگر عورت نے اپنے شوہر کی کسی چیز کو جان بوجھ کر برباد کر دیا تو عورت پر امانت میں خیانت کرنے کا گناہ لازم ہوگا اور اس پر خدا کا بہت بڑا عذاب ہوگا۔

☆ عورت ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

☆ بچوں کی نگہداشت، ان کی تربیت اور پرورش خصوصاً شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کے لیے بہت بڑا فریضہ ہے۔

☆ عورت کو لازم ہے کہ مکان، سامان اور اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ پھوہڑ، میلی کچیلی نہ بنی رہے بلکہ بناؤ سنگار سے رہا کرے تاکہ شوہر اس کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔

☆ عورت ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔ عورت پر مرد کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر کے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرے، انہیں کسی بھی طرح تکلیف نہ دے، ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے، اگر شوہر کے ماں باپ کی طرف سے اسے تکلیف پہونچے تو صبر سے کام لے۔ آج کل ساس بہو کا جھگڑا عام ہو چکا ہے جس کے سبب آئے دن گھر میں لڑائی، جھگڑا ہوتا رہتا ہے، بسا اوقات یہ جھگڑا طلاق پر ختم ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب اس کا شوہر کسی بات کا حکم

دے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے اور اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اپنے بناؤ سنگار اور اپنی اداؤں سے شوہر کا دل خوش کردے اور اگر شوہر کسی بات کی قسم کھا جائے تو وہ اس کی قسم کو پوری کردے اور اگر شوہر غائب رہے تو وہ اپنی ذات اور شوہر کے مال میں حفاظت اور خیر خواہی کا کردار ادا کرتی رہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص: ۲۶۸)

شوہر کی خدمت کا عظیم صلہ

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام رحمت تھا، یہ آپ کی بڑی فرمانبردار تھیں، حضرت ایوب علیہ السلام جب بیمار ہوئے، تمام جسم شریف پر آبلے پڑ گئے، بدن مبارک سب کا سب زخموں سے بھر گیا۔ سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا مگر آپ کی بیوی نے آپ کو نہ چھوڑا، وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں اور یہ حالت کئی سال تک رہی۔ ایک روز آپ بازار گئیں تو راستے میں شیطان طبیب (ڈاکٹر) بن کر لوگوں کا علاج کر رہا تھا اور اعلان کر رہا تھا کہ میرے پاس ہر مرض کا علاج ہے۔ بی بی رحمت نہ جان سکیں کہ یہ شیطان ہے، اپنے مقدس شوہر کے غم میں ان کا علاج دریافت کرنے کو اس کے پاس چلی گئیں اور کہا کہ میرے شوہر بیمار ہیں اور یہ یہ انہیں شکایت ہے۔ شیطان نے اسی غرض کے لیے تو طبیب کا بھیس بدلا تھا۔ بی بی رحمت سے کہنے لگا کہ میں ان کا علاج کر سکتا ہوں، وہ بالکل اچھے ہو جائیں گے مگر شرط یہ ہے کہ جب وہ اچھے ہو جائیں تو مجھ سے اتنا کہہ دیں کہ تو نے مجھے شفا دیا ہے، بس میری فیس صرف یہی ہے اور کچھ نہیں۔ بی بی رحمت خوشی خوشی گھر آئیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کو سارا قصہ سنا دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام جان گئے کہ یہ طبیب کے بھیس میں شیطان ہے۔ آپ غصے میں آگئے اور جلال میں آکر فرمایا: تم اس کے پاس کیوں گئیں؟ میں اچھا ہو گیا تو بخدا تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ پھر آپ جب اچھے ہو گئے تو جبریل امین حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کی بیوی نے آپ کی بڑی خدمت کی ہے اور آپ نے اسے سو کوڑے مارنے کی قسم فرما رکھی ہے۔ اب اس قسم کو یوں پورا کیجئے کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لیجئے جس کی سو شاخیں ہوں، اسے ایک دفعہ مار دیجئے، آپ کی قسم پوری ہو جائے گی۔ اسی واقعہ کو اللہ عزوجل نے

قرآنِ مقدس میں اس طرح بیان فرمایا "خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَ لَا تَحْنَثْ" اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ۔ (سورۂ ص، پارہ ۲۳، آیت: ۴۴)

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور آپ کی قسم پوری ہوگئی۔

اے اسلام کی مقدس شہزادیو! خاوند کی خدمت و اطاعت سے خدا خوش ہوتا ہے، عورتوں کو حضرت بی بی رحمت کے کردار سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور اپنے خاوند کی خدمت و اطاعت میں کمر بستہ رہنا چاہئے۔ دیکھئے یہ شوہر کی خدمت کا اعزاز تھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی مگر شوہر کی خدمت کی برکت سے اللہ عزوجل نے کس قدر آسان انداز میں حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم کو پورا بھی فرما دیا اور ان کی بیوی کو سو کوڑے کھانے سے بھی بچالیا۔

امام غزالی کی نصیحتیں

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نکاح کے آداب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اپنی بیویوں کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی کرے، ان سے رکا نہ رہے اور ان کی عقل کے موافق رہے اس لیے کہ کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ اتنی خوش طبعی نہ کرتا جتنی رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے حتی کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دوڑے کہ دیکھیں کہ کون آگے نکل جاتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ دوبارہ دوڑنے کا اتفاق ہوا، حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگے نکل گئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پہلے کا بدلہ ہوگیا یعنی اب ہم اور آپ برابر ہوگئے۔

ایک دن حبشیوں کی آواز سنی کہ کھیلتے اور کودتے ہیں۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: تم چاہتی ہو کہ دیکھو؟ وہ بولیں ہاں۔ آپ نزدیک تشریف لائے اور ہاتھ پھیلایا، حضرت صدیقہ آپ کے بازو پر ٹھوڑی رکھ کر دیر تک دیکھتی رہیں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ ابھی بس نہ کروگی؟ جب وہ چپ رہیں۔ تین بار آپ نے فرمایا تب انہوں نے بس کیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرد کو چاہئے کہ جب گھر میں آئے ہنستے ہوئے آئے،

جب باہر جائے چپ جائے اور جو کچھ پائے کھائے جو نہ پائے اسے نہ پوچھے۔

ٹھٹھا اور کھیل اس درجہ نہ بڑھائے کہ اس کا ڈر جاتا رہے اور برے کاموں میں عورتوں کی موافقت نہ کرے بلکہ جب کوئی کام آدمیت اور شریعت کے خلاف دیکھے تو تنبیہ کر دے۔ (کیمیائے سعادت:۲۶۳)

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

جن لوگوں نے دنیا میں کسی قسم کا ظلم روا رکھا ہوگا، قیامت کے دن وہ تمام لوگ مظلوم وفریادی ہوں گے، اللہ عزوجل ان کو بدلہ دلائے گا، قیامت میں کوئی شخص کسی کی گردن پکڑے گا، کوئی خداوند کریم سے کہے گا کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، کوئی کہے گا کہ اس نے میری غیبت کی ہے اور برے الفاظ سے مجھ کو یاد کیا ہے، کوئی کہے گا کہ اس نے مجھ کو گالی دی ہے، کوئی کہے گا کہ اس نے مجھ سے استہزا اور ٹھٹھا کیا ہے، کوئی کہے گا کہ یہ میرا برا پڑوسی تھا اس نے میرے ساتھ برائی کی ہے، کوئی کہے گا کہ اس نے میرے ساتھ ایک معاملہ کیا تھا اور اس میں دھوکہ دیا، کوئی کہے گا کہ اس نے مجھ سے خرید وفروخت کیا تھا تو اس میں غبن کیا تھا اور خسارہ میں ڈالا، کوئی کہے گا کہ اس نے سامان کا عیب چھپا کر مجھ سے بیچا، کوئی کہے گا کہ اس نے اپنے سامان کا نرخ بتانے میں مجھ سے فریب کاری کیا تھا، کوئی کہے گا کہ یہ شخص مال دار تھا اور میں بھوکا تھا لیکن اس نے مجھ کو کھانا نہیں کھلایا، کوئی کہے گا کہ مجھ پر ظلم ہو رہا تھا اور یہ دفع کرنے پر قادر تھا لیکن اس نے ظالم کے ساتھ اعانت کی اور اپنے اثر ورسوخ کے ذریعہ مجھ کو ظالم کے گزند سے نہیں بچایا۔

الغرض! اپنی زندگی میں جس جس مجلس میں جس جس کی غیبت کی ہوگی، جس جس کے ساتھ خیانت کیا ہوگا، جس جس کو نظر بد سے یا نظر تحقیر سے دیکھا ہوگا وہ سب لوگ ظالم کو چاروں طرف سے گھیر کر حضرت جبار جل جلالہ سے

فریاد کریں گے۔

کتنی حسرت کا وہ دن ہوگا جب کوئی آپ کے پاس نہ ہوگا اور بساط عدل بچھی ہوگی، خداوند تعالیٰ پوری حکومت مطلقہ کے ساتھ ظالم کو مخاطب کرے گا، اس وقت تم مفلس و عاجز و فقیر ہوگے اور کچھ روپئے پیسے دے کر بھی کسی کا حق معاف نہیں کرا سکو گے، اس وقت تمہاری ساری نیکیاں جس کے حصول میں تم نے ساری عمر کو لگایا تھا ایک ایک کر کے حبط (ختم) ہو جائیں گی اور مظلوموں کے حقوق کے عوض یہ ساری نیکیاں ان کو منتقل ہو جائیں گی اور تم ایک دیوالیہ مفلس کی طرح رہ جاؤ گے۔ (احیاء العلوم)

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مذکورہ نصیحتیں ہمارے لیے قابل عمل ہیں اور اگر ہر شوہر ان نصیحتوں پر عمل کرنے لگ جائے تو ازدواجی زندگی بحسن و خوبی گزر جائے گی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی نصیحتوں پر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کو بطور مثال پیش فرمایا تا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کو دیکھ کر آپ کی امت اس پر عمل کرتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی مسرت و خوشی کے ساتھ گزار سکے۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔



مصادر و مراجع

القران الکریم	کنز الایمان
بخاری شریف	سنن ابوداؤد
سنن ابن ماجہ	مشکوۃ شریف
احیاء العلوم	بہار شریعت

تفسیر نعیمی و دیگر کتب

تحفۂ نکاح

جہیز کی حقیقت

مفتی محمد شاکر نوری دامت برکاتہ عالیہ

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون: 042-37240084

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم

امابعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا.

اور فضول نہ اڑا، بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷)

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا.

اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اُسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا۔ (سورۂ نساء: ۱۳، ۱۴)

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ.

تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران: ۱۱۰)

حضور رحمۂ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ نے اس کو بے نیاز کر دیا اور جس نے فضول خرچی کی

اللہ نے اس کو محتاج بنا دیا، اور جس نے اللہ کی خاطر خاکساری اختیار کی اللہ نے اس کو سر بلندی عطا کی۔ (کنز العمال)

وہ نکاح زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل)

اور جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کام سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔

(صحیح مسلم: ج ۱، ص ۶۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے، پھر تم اس عذاب سے نجات کی دعائیں مانگو گے اور دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ (ترمذی: حدیث ۲۱۶۹)

مذکورہ بالا آیات قرآنی میں فضول خرچی کرنے، حدود اللہ کو توڑنے اور اللہ کی نافرمانی کرنے پر سخت وعیدیں موجود ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم تمام امتوں میں بہتر ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو۔

اور مذکورہ بالا احادیث کریمہ میں امت مسلمہ کو تمام کاموں میں اعتدال کی راہ اپنانے ،فضول خرچی سے اجتناب کی نصیحت اور اس کے فوائد ارشاد فرمائے گئے ہیں اور اس نکاح کو سب سے اچھا اور بابرکت قرار دیا گیا ہے جس میں اخراجات کم سے کم تر ہوں۔

آج جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات بالکل واضح طور پر نظر آتی ہے کہ ہم بیشتر کاموں میں بے اعتدالی کا شکار ہو چکے ہیں، بالخصوص نکاح جیسی سنت کی ادائیگی میں جن بے اعتدالیوں کا ہم شکار ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور اس کے جو نقصانات ہو رہے ہیں وہ کسی باشعور سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مروجہ جہیز بھی ملت اسلامیہ کے لیے ایک ناسور بن چکا ہے جس کی زد میں اب تک لاکھوں افراد اور خاندان تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔

آنے والے صفحات میں ہم اس کے نقصانات بیان کریں گے، رب تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جھیز کی اسلامی حیثیت

جہیز عربی زبان کے لفظ ''جہاز'' سے لیا گیا ہے، جس کے معنی اس ساز وسامان کے ہیں جس کی کسی بھی مسافر کو سفر کے دوران ضرورت ہوتی ہے یا دلہن کو گھر بسانے کے لئے ضرورت ہوتی ہے یا اس سے مراد ایسا سامان ہے جو میت کو قبر تک پہنچانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

جہیز کی رسم ہندوانہ ہے، اسلام میں نکاح کے وقت کھجور یا شیرینی تقسیم کرنا اور نکاح کے بعد توفیق کے مطابق دعوت ولیمہ اسلامی رسمیں ہیں۔ جہاں تک جہیز کا تعلق ہے اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں ملتا لہٰذا شادی کے وقت لڑکی کو جو جہیز دیا جاتا ہے مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی اس رسم بد کو اپنا لیا ہے اور اب ہم بھی اس رسم بد کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اگر آپ قرآن پاک کا مطالعہ کریں گے تو پتہ چلے گا کہ قرآن میں جہیز کا کوئی تصور نہیں ملتا۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی جہیز کا کوئی تصور نہیں ہے۔ صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں ہمیں موجودہ جہیز کا کوئی تصور نہیں ملتا۔

اسلام کے عائلی قوانین میں تفصیلاً درج ذیل موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے۔

(۱) نکاح

(۲) طلاق

(۳) نان ونفقہ

(۴) جائیداد میں حصہ

(۵) حق مہر اور عورت کے دیگر حقوق

مگر اسلام کے عائلی قوانین میں جہیز کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔

بیوی مسلمان ہو یا اہل کتاب اس کا ہر قسم کا خرچہ شوہر پر واجب ہے جب کہ وہ

(بیوی) اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کردے اور اس کے گھر منتقل ہو جائے۔ اس خرچہ میں اس عورت کی خوراک، لباس اور رہائش کے لیے مکان شامل ہے۔ اس حکم کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى (سورہ طلاق، آیت:۶)

"عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔"

عورت کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا مرد پر فرض ہے اور یہی بنیادی ضرورتیں جہیز کی شکل میں مرد پوری کرتا ہے۔

شادی سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، یہ ایک مقدس اور پاکیزہ بندھن ہے۔ یہ نہ صرف لڑکے اور لڑکی کو رشتہ ازدواج سے منسلک کرتا ہے بلکہ دو خاندان کے ملاپ کا بھی ذریعہ ہے۔ اسلام نے رشتہ ازدواج کو ایک آسان عمل بنایا ہے، اسراف اور جہیز کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پوری زندگی اسلام کا عملی نمونہ تھی۔ آپ نے اپنے عمل سے جہیز جیسی رسم کو غلط قرار دیا۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو جہیز دیا۔ کیا آپ نے اپنی دوسری بیٹیوں حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو بھی جہیز دیا۔ ان تینوں بیٹیوں کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع بن لقیط سے ہوئی۔

حضرت رقیہ کی شادی حضرت عثمان سے ہوئی۔ حضرت رقیہ کا انتقال ہوا تو ربیع الاول میں حضرت عثمان نے حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح کرلیا۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے مواقع کے کوئی ایسی شادی نظر نہیں آتی کہ عین شادی کے موقع پر بیوی کے گھر والوں کی طرف سے سامان جہیز دیا گیا ہو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سامان جہیز کی تیاری کی پیشگی ضرورت بھی صرف اس لئے پیش آئی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر کفالت تھے اور ان کا الگ مکان یا گھریلو ساز و سامان نہ تھا۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی تینوں بناتِ طاہرات کی شادیوں کے موقع پر ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ازدواج مطہرات کے نکاح کے موقع پر کسی قسم کا جہیز دیا گیا ہے۔

آپ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی عورتوں کی سردار ہونے کی خوشخبری سنائی تھی کی شادی کے موقع پر ایک جائے نماز، ایک تکیہ اور مٹی کے چند برتن دیئے تھے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ بیچ کر حق مہر کی رقم ادا کی تھی۔ اسلام نے شادی کو ایک آسان عمل بنایا ہے، جس میں اِسراف کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ آج شادی ایک مسئلہ اور ایک کاروبار کی شکل اختیار کرگئی ہے۔ والدین لڑکے کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خرچ کی گئی رقم کو جہیز کی صورت میں کیش کراتے ہیں ان کے نزدیک یہ ان کا حق ہے کہ انہیں ان کی خدمات کا معاوضہ ملے، وہ والدین جو بڑی مشکل سے اور محنت سے اپنی بچیوں کو پڑھاتے لکھاتے ہیں، ان کی بہترین تربیت کرتے ہیں اور ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ شادی کے وقت اپنی جان سے پیاری بیٹی کو نہ صرف خود سے عمر بھر کے لئے جدا کرتے ہیں بلکہ انہیں اس جدائی کی قیمت بھی ادا کرنی ہوتی ہے بلکہ بعض بدقسمت والدین شادی کے بعد بھی لڑکے والوں کے مطالبات پورا کرتے ہیں۔

مروجہ جہیز بدترین روایت

زمانہ ترقی پذیر ہے، اور تیز رفتار زندگی سرپٹ دوڑتی جارہی ہے اور اسی تیزی سے ہم متعدد

مسائل کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ اجتماعیت کے بجائے ذاتیات اور وہ بھی صرف اپنی، ہم سب کی دلچسپیوں کا مرکز بن چکی ہے۔ ہم اپنی پریشانیوں یا یوں کہئے کہ اپنے پیدا کردہ مسائل کے بھنور میں ایسے گھر چکے ہیں کہ ہمیں کوئی دوسرا دکھائی ہی نہیں دیتا ہے۔

آج ہمارے سماج میں ایسے متعدد مسائل موجود ہیں جو اجتماعی نوعیت کے ہیں اور ہماری توجہ کے طالب بھی۔ لیکن اس کا بھی نرالا ہی ڈھنگ ہے۔ ان مسائل پر بڑے بڑے سیمینار اور بحث ومباحثے تو منعقد ہوتے ہیں تاہم پیالی میں چائے ختم ہونے اور رومال سے ہاتھوں کو جھاڑ کر ہال سے باہر نکلتے ہی گویا سب کچھ "ہوا" ہو جاتا ہے۔

اس طرح کے مسائل میں اہم مسئلہ جہیز کا بھی ہے۔ جہیز ایسا سماجی مسئلہ ہے جس سے واقف تو ہم سب ہی ہیں مگر پردہ پوشی اور پہلو تہی بھی ہم ہی کرتے ہیں۔ جہیز آج کل کی بات نہیں بلکہ یہ معاشرے کا ایسا ناسور ہے جو جڑ پکڑ چکا ہے اور اس سے مزید شاخیں بھی پھوٹنے لگی ہیں یعنی مختلف جرائم جنم لے رہے ہیں جن میں:

۱۔ چوری ۲۔ کثرت طلاق ۳۔ غیر طبعی اور پر تشدد اموات

۴۔ دھوکا دہی اور بے اعتمادی ۵۔ نشہ وغیرہ شامل ہیں۔

چوری ڈکیتی : جہیز کی کمی کی وجہ سے یا تو بیٹیوں کے رشتے آتے نہیں یا پھر دہلیز سے ہی واپس لوٹ جاتے ہیں۔ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے بیاہنے کے لئے آنے والوں کی ڈیمانڈ کے مطابق جہیز دینے کے لئے بعض باپ یا بھائی چوریاں کرنے اور ڈاکے ڈالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

طلاق : آج کل طلاق کی شرح میں بھی دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ جہیز کا انتظام نہ ہو پانا بھی ہے۔ لڑکے والے جہیز کی جو ڈیمانڈ کرتے ہیں اگر وہ مکمل طور پر پوری نہ ہو تو وہ خاندانی یا معاشرتی دباؤ کے زیر اثر شادی کر تو لیتے ہیں مگر بعد میں ایسے اسباب پیدا کر دیتے ہیں جو طلاق کے قریب لے جاتے ہیں۔

غیر طبعی اور پر تشدد اموات : یہ واقعات بھی ہمارے

معاشرے میں ایک عام سی حیثیت حاصل کرتے جارہے ہیں۔ جہیز کم لانے کی صورت میں لڑکی کا شوہر اور اس کے سسرال والے لڑکی کو دن رات طعنے دیتے ہیں اور اس پر ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اس طرح کے واقعات کا رجحان پہلے زیادہ تر گاؤں، دیہاتوں یا غیر تعلیم یافتہ طبقے میں نظر آتا تھا مگر اب بہت سے پڑھے لکھے اور بظاہر مہذب نظر آنے والے گھرانے بھی اس المیہ کا شکار ہو چکے ہیں۔

خودکشی: خودکشی نہ صرف جرم ہے بلکہ ایک کبیرہ گناہ بھی ہے۔ جو لڑکی جہیز کم لے کر جاتی ہے تو رات دن کم جہیز لانے کے طعنے دے دے کر لڑکی کا شوہر اور اس کے سسرال والے اس کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں اور وہ بدنصیب لڑکی خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

دھوکا دھی اور بداعتمادی: جہیز جیسے ناسور نے جن برائیوں کو جنم دیا ہے ان میں سے ایک اہم برائی دھوکا دہی اور بداعتمادی کی فضا کا فروغ بھی ہے۔ زیادہ جہیز لینے کے لئے لڑکے والے خود کو بہت مالدار اور باعزت ظاہر کرتے ہیں اور محبت کا دکھاوا کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ لڑکی والے اپنی بیٹی کی قسمت پر ناز کرنے لگتے ہیں لیکن کچھ ہی دنوں میں (شادی کے بعد) لڑکی تو طلاق (خدانخواستہ) لے کر ماں باپ کی دہلیز پر آکر بیٹھ جاتی ہے اور ماں باپ، بھائی بہن اور گھر کے دیگر افراد کے لیے دردِ سر بن جاتی ہے۔

نشہ: نشے بازی کا تعلق بھی سماجی مسائل سے ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ان مسائل سے چھٹکارا پانے کا ایک راستہ نشہ ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو مکمل طور پر بے بس پاتا ہے تو وہ خود کو نشے میں غرق کر لیتا ہے۔ جہیز کی وجہ سے کتنے لوگ اپنی بیٹیوں کی شادیاں نہیں کر پاتے۔ وہ بیچارے یا تو خودکشی کر لیتے ہیں یا پھر نشے کا شکار ہو کر دن بہ دن موت کی طرف خود کو دھکیلتے ہیں۔

جہیز کے مفسدات

جہیز کی مانگ پوری کرنے کی خاطر
قرض لیا جاتا ہے۔

باپ بھائی پردیس چلے جاتے ہیں اور خواتین تنہا رہ جاتی ہیں۔
مرد رشوت، چوری یا غبن کا ارتکاب کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

جہیز کم لانے پر:
لڑکی کو طعنے دیئے جاتے ہیں۔
میکے بھجوا دیا جاتا ہے۔
طلاق دے دی جاتی ہے۔
نو بیاہتا دلہن کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔
کہیں خودکشی کی نوبت آ جاتی ہے۔
اسراف اور دکھاوا کیا جاتا ہے۔

جہیز کی تلاش

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری تحریر فرماتے ہیں:

ہندوؤں کے جو رسم و رواج ہمارے شادی بیاہ کا جز بن گئے ہیں، ان میں سب سے بڑی لعنت جہیز کی ہے، جس نے لڑکیوں اور ان کے والدین کی زندگی کو اجیرن بنا رکھا ہے، ایسی لڑکیوں کو کوئی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، جن کے ساتھ بھاری جہیز ملنے کی توقع نہیں ہوتی، لڑکی والے خود بھی اپنی بیٹی کو بغیر جہیز کے رخصت کرنے پر تیار نہیں ہوتے، اس خوف سے کہ ساری زندگی لڑکی کو جہیز نہ لانے کا طعنہ ملتا رہے گا اور وہ اپنی سسرال والوں بالخصوص ساس، نندوں اور دیگر عورتوں کی نظروں میں ہمیشہ حقیر رہے گی، حقیقت یہ ہے کہ یہ لعنت اس قدر عروج پر پہنچ چکی ہے کہ لوگ اپنے لڑکے کے لئے لڑکی تلاش کرنے نہیں بلکہ جہیز تلاش کرنے نکلتے ہیں، وہ پہلے ہی سے آس لگائے بیٹھے ہوتے ہیں کہ بہو اتنا جہیز لائے گی کہ ہمارا گھر بھر جائے گا اور اب تو باقاعدہ جہیز کا مطالبہ ہونے لگا ہے، فرمائشیں ہوتی ہیں، مثلاً اس طرح کہ اپنی بیٹی کو آپ گاڑی ضرور دیں تاکہ اسے آپ کے گھر آنے جانے میں دشواری نہ ہو، اس کے علاوہ ائیر کنڈیشنڈ اور دوسرا ضروری سامان تو آپ دیں گے ہی، کتنا

مہذب طریقہ ہے، بھیک مانگنے کا، شرم نہیں آتی۔

ہمارے ایک شناسا نے نہایت خوبصورت بنگلہ بنایا، افتتاح یا فاتحہ وغیرہ کے لئے ہمیں لے گئے، ہم نے گھر میں برسوں پرانا فرنیچر دیکھا تو کہہ دیا کہ اب تو آپ فرنیچر بھی اچھا خرید لیں، جو اس گھر جیسا خوبصورت ہو، فرمانے لگے، اصل میں فرنیچر اور دوسرا کچھ سامان میں نے اس لئے نہیں خریدا ہے کہ میرے دو بیٹے ہیں جن کی اب میں جلد شادی کروں گا، جہیز اتنا آئے گا کہ یہ گھر بھر جائے گا اور میں لڑکی والوں کو بتادوں گا کہ میرے گھر کی حیثیت کے مطابق سامان دیں۔

غور فرمایا؟ یہ ہیں وہ لالچی لوگ جن کی وجہ سے ہماری بیٹیوں کے لئے رشتہ ملنا دشوار ہوگیا ہے، ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے لڑکی والے ساری زندگی کے لئے قرضہ میں جکڑ جاتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح اپنی لڑکی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں، لیکن ان کی اپنی زندگی تباہ ہو جاتی ہے، بس ساری عمر قرضہ ادا کرنے میں گزر جاتی ہے۔ (یاایھاالذین آمنوا)

جھیز کامالک عورت ھے

یہاں فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ کا مصدقہ فتویٰ ملاحظہ کرتے چلیں تاکہ جہیز کی حقیقت مزید واضح ہو جائے۔

جہیز کا مطالبہ جب کہ شوہر کرتا ہے تو اس کا مالک وہ کیوں نہیں ہوتا؟

الجواب: جہیز سب عورت کا ہوتا ہے دوسرے کا اس میں کوئی حق نہیں۔ اس لیے کہ عورت اس کی مالک مستقل ہوتی ہے جیسا کہ ردالمختار جلد دوم صفحہ ۳۱۹ میں ہے: "کل احد یعلم ان الجھاز للمرأة وانه اذا طلقھا تأخذه كله واذا ماتت يورث عنها. اھ" اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص ملکِ دختر ہے۔ شوہر کو کسی طرح کا استحقاقِ مالکانہ اس میں نہیں، نہ اس کا تصرف بے رضا و اذن زوجہ ہو سکے۔ فی الدر

المختار "جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلک لیس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلک فی صحته بل تختص به وبه یفتی"

علامہ شامی فرماتے ہیں: "کل احد یعلم ان الجهاز ملک المرأة لاحق لاحد فیه اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۲۹) اور فرماتے ہیں: "شک نہیں کہ اب عامۂ بلاد عرب و عجم کا عرف غالب وظاہر وفاش ومشتہر ومطلقاً یہی کہ جہیز جو دلہن کو دیا جاتا ہے دلہن کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اسے ہیں جو اس وقت بطور تملیک دلہن کے ساتھ بھیجا جاتا ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۴۵)

لہٰذا جہیز کی مالک عورت ہی ہوتی ہے شوہر نہیں ہوتا اگر چہ وہ جہیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ جیسے کہ مسجد کا متولی چندہ کا مطالبہ کرتا ہے مگر اس کا مالک نہیں ہوتا۔ البتہ کپڑا روپیہ وغیرہ جو کہ دولہن کی طرف سے دولہا کے مکان پر بطور لگن آتا ہے، دولہا بعد قبضہ اس کا مالک ہو جاتا ہے کہ اس میں یہی عرف عام ہے اگر چہ کہنے میں رواج مختلف ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ۵۶۱ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: بمیر الدین حبیبی مصباحی

تلک رشوت اور حرام ہے

تلک رشوت اور حرام ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

لڑکی والوں نے کچھ لیا ہو تو زوج کو واپس لے لینا چاہیے کیوں کہ وہ رشوت ہے، اور ردالمحتار میں عند التسلیم کے تحت لکھا ہے کہ " أی بان ابی ان اخوها او نحوه حتی یاخذ شیئا وکذا لو ابی ان یزوجها فللزوج الاسترداد قائما او هالکا لانه رشوة" (ردالمحتار: ج ۲/ص ۳۶۶)

"یعنی رخصتی کے وقت بھائی یا کسی اور نے بغیر کچھ لیے ہوئے رخصت کرنے سے انکار کیا یا اسی طرح اگر شادی سے انکار کیا تو زوج کو وہ مال (اگر دیا ہو) واپس لے لینا چاہیے

خواہ وہ مال موجود ہو یا ہلاک ہو گیا ہو کیوں کہ وہ رشوت ہے، اسی کتاب کے باب الحظر میں ہے "ومن السحت ما یاخذ الصھر من الختن یطیب نفسه"

(رد المحتار: ج/۵، ص/۲۷۲)

جو سسر داماد سے اس کی رضامندی سے وصول کرتا ہے وہ کسب حرام ہے، پس جو زوج لڑکی والوں سے قبل شادی کے لے اسے تو بدرجۂ اولیٰ واپس لے لینا چاہیے کیوں کہ یہ رشوت ہے جیسا کہ ردالمحتار باب الھبة میں ہے: "جعلت المال علی نفسها عرضا عن النکاح وفی النکاح العوض لا یکون علی المرأة" (رد المحتار: ج/۴، ص/۵۱۶)

"جو مال عورت اپنے نکاح کے عوض میں دے وہ مال ضائع ہے کیوں کہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں ہوتا" ہمارے ملک کے لوگ اپنی زبان میں اس روپیہ کو "کنکور" کہتے ہیں جس کا عربی ترجمہ رشوت ہے تو اس کا واپس لے لینا ضروری ہے، خواہ موجود ہو یا ہلاک ہو گیا ہو، کیوں کہ رشوت پر قبضے سے ملک ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

"فالرشوة یحرم اعطائها و اخذها" "رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہے۔

الغرض تلک رشوت ہے رشوت لینے اور دینے والے اور واسطہ بننے والوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "لعن الله الراشی و المرتشی"۔

رشوت کی تعریف اور اس کا حکم:

رشوت کی تعریف ہی یہ ہے کہ "اخذ المال علی ترک ما یجب علی آخذ فعله او فعل ما یجب علیه ترکه" (البحر المحیط لمحمد بن یوسف الشهیر بابی حیان الاندلسی: ج/۵، ص/۵۳۳، دار الفکر بیروت ۱۹۸۳ء) یعنی جس کام کا نہ کرنا ضروری ہو اس کے کرنے پر یا جس کا کرنا ضروری ہو اس کے نہ کرنے پر مال لینا۔

علامہ شامی نے رشوت کی حقیقت یوں ظاہر کی ہے کہ "الرشوة بالکسر ما یعطیه الشخص الحاکم و غیره لیحکم له او یحمله علی ما یرید" یعنی رشوت وہ ہے جس کو آدمی حاکم یا اس کے علاوہ کو دیتا ہے تا کہ وہ اس کے (رشوت دینے والے) کے حق میں

فیصلہ کرے یا وہ (رشوت دینے والا) اس کو اپنی خواہش کی تکمیل پر آمادہ کرے"۔

رشوت کا واپس کرنا ضروری ہے، کوئی شخص رشوت کا مالک نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "ردالمحتار" میں "قنیہ" کے حوالہ سے اس بات کی صراحت کی ہے "وفی القنیة الرشوة یجب ردھا ولا تملک" یعنی اس کا واپس کرنا ضروری ہے کوئی اس کا مالک نہیں ہوسکتا۔ (ردالمحتار: ج ۴، ص ۳۰۴)

علامہ شامی نے اس عبارت سے قبل رشوت کی تعریف اور اس کے اقسام پر مفصل بحث کی ہے، ان اقسام کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ رشوت کا "لینا" کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔ لڑکی کے اولیا نے حتی المقدور اس بات کی سعی وکوشش کی کہ "تلک" (نقد رقم) کے بغیر فریضۂ نکاح کی تکمیل ہوجائے، لیکن ساری کوششیں ناکام ہوجائیں تو اضطراری حالت میں تلک کا دینا جائز ہوگا۔

لڑکی یا اس کے اولیا سے جہیز کا مطالبہ ناجائز ہے

لڑکا یا اس کے والدین کی جانب سے لڑکی یا اس کے اولیا سے سامان جہیز کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے، لڑکی یا اس کے اولیا کی جانب سے جو کچھ دیا جائے گا وہ رشوت ہوگا جس کی واپسی ضروری ہوگی۔ ابن حزم اندلسی اپنی کتاب "المحلی" میں لکھتے ہیں "ولا یجوز ان تجبر المرأة علی ان یتجهز الیه بشئی اصلا، لا من صداقها الذی اصدقها، ولا من غیره من سائر مالها والصداق کله لها تفعل فیه کله ماشاءت، لا اذن للزوج فی ذلک ولا اعتراض وهو قول ابی حنیفة والشافعی وابی سلیمان وغیرهم"۔

ترجمہ: عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کے پاس جہیز لائے، نہ ہی اس مہر کی رقم سے جو خاوند نے اسے دی ہے، نہ اس کے دوسرے اموال سے، کل مہر اس کی ملکیت ہے، اس میں جو چاہے کرے، شوہر کو اس میں کسی قسم کے دخل دینے کا حق نہیں۔ یہ قول امام اعظم، امام شافعی اور ابوسلیمان وغیرہ کا ہے۔

(المحلی لابن حزم اندلسی :ج/۹،ص/۱۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ردالمحتار کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ شریعت نے عورت پر نکاح کا کوئی مالی عوض عائد نہیں کیا ہے اگر عورت اپنے اوپر کوئی مالی ذمہ داری قبول کرے تب بھی اس کا پورا کرنا ضروری نہیں جملہ مالی اخراجات کا ذمہ دار مرد ہے اس کی مردانگی و غیرت کے خلاف ہے کہ وہ صنف نازک سے کسی چیز کا مطالبہ کرے۔

"اَلْمَرْأَةُ إِذَا أَرَادَتْ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا الَّذِي طَلَّقَهَا ، فَقَالَ الْمُطَلِّقُ :لَا أَتَزَوَّجُكِ حَتّٰى تَهَبِينِي مَالَكِ عَلَيَّ فَوَهَبَتْ مَهْرَهَا الَّذِي عَلَيْهِ عَلَى أَنْ يَتَزَوَّجَهَا ثُمَّ أَبَى أَنْ يَتَزَوَّجَهَا قَالُوا :مَهْرُهَا الَّذِي عَلَيْهِ عَلَى حَالِهِ تَزَوَّجَهَا ، أَوْ لَمْ يَتَزَوَّجْهَا ، لِأَنَّهَا جَعَلَتْ الْمَالَ عَلَى نَفْسِهَا عِوَضًا عَنْ النِّكَاحِ ، وَفِي النِّكَاحِ الْعِوَضُ لَا يَكُونُ عَلَى الْمَرْأَةِ خَانِيَّةٌ وَأَفْتَى فِي الْخَيْرِيَّةِ بِذَلِكَ"

ترجمہ: عورت اس شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے جس نے اس کو طلاق دے دی، طلاق دینے والے نے کہا کہ تم سے اس وقت تک شادی نہیں کر سکتا یہاں تک کہ تم مجھ پر عائد ہونے والے حق کو ہبہ کر دو، عورت نے اپنا مہر جو اس پر تھا اس شرط کے ساتھ ہبہ کر دیا کہ وہ اس سے شادی کرلے تو پھر مرد نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سلسلے میں فقہا کی رائے یہ ہے کہ مہر علی حالہ اس مرد پر لازم ہے چاہے شادی کرے یا نہ کرے اس لیے کہ اس نے مال کو اپنے نفس پر نکاح کا عوض بنایا اور نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ لڑکی یا اس کے اولیا سے جہیز کا مطالبہ ناجائز ہے۔ فقہا نے تلک و جہیز کو رشوت قرار دیا ہے اور اس کی واپسی کا حکم دیا ہے۔

حرام مال دونوں جہاں کے لیے مہلک

تلک و جہیز سے ملنے والا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح سود کا لینا دینا حرام ہے، اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی حرام ہے، قرآن مجید میں متعدد مقام پر ربا و سحت کی وجہ سے یہود کی سخت انداز میں مذمت کی گئی ہے اور مستحق عذاب قرار دیا ہے۔ حرام مال استعمال

کرنے والے پر جنت حرام ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام مال سے پلا ہوا بدن جنت میں داخل نہیں ہوگا اور ہر حرام مال سے پروردہ بدن کے لیے جہنم کی آگ زیادہ مناسب ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ج/۶، ص/۴۳)

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام مال سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائے گا۔

آج ہماری نمازوں اور دعاؤں میں وہ اثر نہیں جو صحابہ کرام اور ہمارے اسلاف کی نمازوں اور دعاؤں میں تھا۔ کہیں اس کی وجہ یہی تو نہیں:

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: من اشتریٰ ثوبا بعشرة دراھم وفیہ درھم حرام لم یقبل اللہ صلاۃ مادام علیہ، ثم ادخل اصبعیہ فی اذنہ وقال صمتا ان لم یکن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمعتہ یقولہ، رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان"

ترجمہ: ابن عمر نے فرمایا: اگر کسی نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا اس میں ایک درہم بھی حرام مال کا ہے تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک وہ کپڑا جسم پر ہے، پھر انہوں نے اپنی انگلیوں کو کان میں ڈال کر فرمایا میں بہرہ ہو جاؤں گا اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کہتے ہوئے نہ سنا ہو۔ (مرقاۃ: ج۶، ص۵۰/۵۱)

لمحہ فکریہ: تلک وجہیز کی صورت میں ملنے والا مال حرام ہے جس کا واپس کرنا ضروری ہے ورنہ دونوں جہاں کی ناکامی و پشیمانی کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ کیا ہم اس دار فانی کی چند روزہ لذت کے مقابلہ میں جہنم کے عذاب کو ترجیح دیں گے۔ اس تلک وجہیز کی وجہ سے ہمارا معاشرہ جن مصائب و آلام، اخلاقی بے راہ روی، طلاق بازی، خودکشی، قتل و خونریزی، خودسوزی اور بے چینی و خلفشار سے دوچار ہے ان سے ہم اچھی طرح واقف ہیں اور اس کی وجہ سے نافرمان

اولاد کی پیدائش اور ایسے حرام مال کا کسی نہ کسی بہانے ختم ہو جانے کا مشاہدہ ہر ذی شعور کی آنکھیں مسلسل کرتی رہتی ہیں۔

جھیز کے خلاف عھدوپیمان

ہم جانتے ہیں کہ
جہیز کا مطالبہ ایک جرم ہے۔
جہیز نہ صرف عورت بلکہ مرد پر تشدد ہے۔
جہیز ایک شریفانہ ڈاکہ ہے۔
جہیز جاہلانہ رسم تصور کی جائے۔
وہ لوگ جو جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں ناسمجھ، بے شعور اور لالچی ہیں۔
جہیز خواتین پر تشدد کی ایک اہم وجہ ہے۔
اس لئے ہم دکھی ہیں جہیز کا شکار خواتین کے مجبور والدین کی بے بسی پر
ہم صدق دل سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ
جب ہماری شادی کا وقت آئے گا تو ہم جہیز کا مطالبہ نہیں کریں گے، اور نہ ہی اپنے بڑوں کو اس فضول رسم کو جاری رکھنے میں مدد دیں گے۔
کیوں کہ ہم جہیز کے مطالبہ کو مردانگی کی توہین سمجھتے ہیں اور ہماری غیرت، ہماری خودی ہم سے جہیز نہ لینے کا مطالبہ کرتی ہے۔
ہم انکار کرتے ہیں جہیز سے
ہم انکار کرتے ہیں جہیز سے
ہم انکار کرتے ہیں جہیز سے

جہیز کی لعنت کا خاتمہ صرف اور صرف ہم خود کر سکتے ہیں۔ اس مسئلے کو شخصی سطح پر حل کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب سے پہلے اپنے گھر سے شروعات کریں۔

☆☆☆

تحفۂ نکاح

طلاق اور عدّت

مفتی محمد شاکر نوری دامت برکاتہ عالیہ

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون: 042-37240084

آئینہ کتاب



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

نکاح ایک پاکیزہ رشتہ ہے جس کی بنیاد جنت میں پڑی لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مقدس رشتے کے دائمی ہونے میں رکاوٹیں کھڑی ہو جاتی ہیں اور زوجین کے مزاج کی عدم یکسانیت کے بنا پر یہ رشتہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے، اس لیے شریعت نے اس رشتہ کو منقطع کرنے کا ایک راستہ طلاق کا رکھا ہے۔ طلاق دینے سے پہلے اصلاح کی کیا صورتیں ہونی چاہئے اور طلاق کن صورتوں میں دینا چاہئے نیز طلاق کا طریقہ کیا ہونا چاہئے؟ اس کے حوالے سے معلومات ضروری ہے۔ لہٰذا آیئے اب طلاق کے حوالے سے قرآن وسنت کی روشنی میں معلومات حاصل کریں اور بوقت ضرورت انہی طریقوں پر عمل کریں۔

طلاق کا لغوی معنی: نکاح کی گرہ کو کھول دینا۔ ترک کر دینا، چھوڑ دینا۔

طلاق کا اصطلاحی معنی: نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اسی پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ (بہار شریعت)

طلاق کی قسمیں: طلاق کی تین قسمیں ہیں، احسن، حسن، بدعی۔

طلاق احسن: جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے، اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے، اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق حسن: جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو ان ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے دوسری طلاق دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کئے تیسری طلاق دی جائے اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلالہ کے بغیر اس

سے دوبارہ عقد نہیں ہوسکتا۔

طلاق بدعی: اس کی تین صورتیں ہیں:

(ا) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعتاً دی جائیں خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاقیں دیں یا کلماتِ متعددہ سے، مثلاً کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔

(ب) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے، اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔

(ج) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو، ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے، طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ (درمختار)

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے، مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی سے کہا تو میری ماں کی مثل ہے، طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جاسکتا ہے، لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی، اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک طلاق کا مالک رہ جائے گا، طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہوجاتا ہے لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہوسکتا ہے لیکن پچھلی طلاقوں کا شمار ہوگا۔

طلاق کیوں مشروع کی گئی؟

اسلام کا منشایہ ہے کہ جو لوگ رشتۂ نکاح میں منسلک ہوجائیں ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے اور اگر کبھی ان کے درمیان اختلاف یا نزاع پیدا ہو تو رشتہ دار اور مسلم سوسائٹی کے ارباب حل وعقد اس اختلاف کو دور کر کے ان میں صلح کرائیں اور اگر ان کی پوری کوشش کے باوجود زوجین میں صلح نہ ہوسکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتہ نکاح میں بندھے رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہوجائیں گے تو ان کی عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے، اس صورت میں ان کی، ان کے رشتہ داروں اور معاشرہ کے دیگر افراد کی بہتری اور مصلحت اسی

میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو طلاق دینے سے نہ روکا جائے۔ طلاق کے علاوہ عقد نکاح کو فسخ کرنے کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کرالے اور تیسری صورت قاضی کی تفریق ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جن دو مسلمان حکموں کو نزاعی حالت میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو وہ نکاح کو فسخ کرنے کا فیصلہ کردیں۔

صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر شوہر کو بیوی ناپسند ہو پھر بھی وہ اس سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النساء، آیت:١٩)

ترجمہ: اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو، اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کردے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حضرت محارب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ (سنن ابوداؤد ج١، ص ٢٩٦)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔
(سنن ابوداؤد ج١، ص ٢٩٦)

قرآن اور سنت کی ان ہدایات کی روشنی میں شوہر پر یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور اگر طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے کیوں کہ اس کے بعد عدت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظر ثانی کا موقع رہے گا ورنہ عدت کے بعد عورت علاحدہ ہو جائے گی، آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین

بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں یا وکیل اور وثیقہ نویس ان کو تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں اور جب طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو یہ لوگ پشیمان ہوتے ہیں اور مفتیوں کے پاس جاتے ہیں کہ دوبارہ نکاح یا رجوع کا کوئی حیلہ بتلائیں حتی کہ یہ لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، حالاں کہ اس قسم کے حلالہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، لیکن بعد میں بچوں کی دربدری اور دوسرے برے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین ہر قیمت پر صلح کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

رشتے کو باقی رکھنے کا قرآنی ضابطہ

فرمان باری تعالیٰ ہے: وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا ۔

ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور اُنہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، بے شک اللہ بلند بڑا ہے اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (سورۂ نساء آیت: ۳۴/۳۵)

ان آیات کی تفسیر میں حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری تحریر فرماتے ہیں:

اچھی خواتین کے ساتھ ساتھ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو تند مزاج اور کج سرشت ہوا کرتی ہیں، ان کی اصلاح کا طریقہ تعلیم کیا جا رہا ہے۔ عورت کے از راہ غرور و نفرت خاوند کی اطاعت سے سرتابی کرنے کو ''نشوز'' کہتے ہیں۔ خوف سے مراد وہم و گمان نہیں بلکہ علم و یقین ہے۔ (قرطبی) یعنی اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا پورا علم ہو جائے تو پہلے ہی غصہ سے بے قابو ہو کر انتہائی اقدام نہ کرو، بلکہ پہلے انہیں نرمی سے سمجھاؤ اور اگر فہمائش موثر ثابت نہ ہو تو پھر ان

سے الگ رات بسر کیا کرو اور محبت بھری باتیں کرنا ترک کر دو۔ وہ عورت جس میں شرافت کی حس ابھی زندہ ہے وہ اس سرزنش سے ضرور اپنی اصلاح کر لے گی۔ لیکن اگر یہ طریقہ کار بھی مفید ثابت نہ ہو تو پھر تم اس کو مار بھی سکتے ہو لیکن مار ایسی سخت نہ ہو جس سے جسم پر چوٹ آئے۔ والضرب فی هذه الایة ضرب الادب غیر المبرح (قرطبی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو یہ تصریح مروی ہے کہ اگر مارنے کی نوبت آئے تو مسواک یا اس قسم کی کسی ہلکی پھلکی چیز سے مارے۔ آج کل جہلا اپنی بیویوں کو بھینس کی طرف پیٹتے ہیں اس کی اجازت قطعاً اسلام نے نہیں دی ہے۔

اگر عورت اپنی سرکشی سے باز آجائے اور اپنے شوہر کی فرماں بردار بن جائے تو پھر شوہر پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے پہلے رویہ کو یکسر بدل دے اور اس پر دست درازی سے کلیۃً باز آجائے یہ حکم اُس خدا کا ہے جو سب سے بالا اور سب سے بڑا ہے اور اس کے حکم کی سرتابی کے نتائج بڑے المناک ہیں۔

لیکن اگر آپس کی کوششیں اصلاحِ حال کے لیے مفید ثابت نہ ہوں اور ایسے آثار رونما ہونے لگیں کہ اگر صورتِ حال پر قابو نہ پایا گیا تو معاملہ طلاق پر جاختم ہوگا تو اس وقت یا تو میاں بیوی اپنی اپنی طرف سے ایک ثالث مقرر کریں جو ان کی شکایات سن کر ان کا باہمی تصفیہ کر دیں یا دونوں کے خاندان ثالث مقرر کریں اور اگر معاملہ عدالت تک پہنچ گیا تو پھر حاکم کو چاہیئے کہ جلد بازی سے ان میں تفریق نہ کر دے بلکہ حَکَم کے ذریعہ ان کی مصالحت کی بھر پور کوشش کرے اور اگر ان حکموں نے خلوص نیت سے اصلاح کی کوشش کی تو توفیق الٰہی ضرور ان کے شامل حال ہوگی۔

بعض مفسرین کے نزدیک "ان یرید اصلاحا" کے فاعل میاں بیوی ہیں یعنی اگر ان کے دلوں میں مصالحت کی خواہش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرمادے گا۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج اول ص: ۳۴۲، ۳۴۳)

طلاق کی حد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌ بِاِحۡسَانٍ. (سورۂ بقرہ آیت:۲۲۹)

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ ایک عورت نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے شوہر نے کہا ہے کہ وہ اسے طلاق دیتا اور رجعت کرتا رہے گا ہر مرتبہ جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہوگی رجعت کرے گا پھر طلاق دے دے گا اسی طرح عمر بھر اسے قید میں رکھے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ طلاقِ رجعی دو بار تک ہے اس کے بعد پھر طلاق دینے پر رجعت کا حق نہیں۔ (خزائن العرفان)

طلاق اور خلع ناپسندیدہ ہیں

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اَیُّمَا اِمۡرَاَۃٍ سَأَلَتۡ زَوۡجَھَا طَلَاقًا فِیۡ غَیۡرِ مَابَأۡسٍ فَحَرَامٌ عَلَیۡھَا رَائِحَۃُ الۡجَنَّۃِ. جو عورت شدید ضرورت کے بغیر شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَبۡغَضُ الۡحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ. (ابوداؤد) ناپسندیدہ ترین حلال اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَلۡمُنۡتَزِعَاتُ وَالۡمُخۡتَلِعَاتُ ھُنَّ الۡمُنَافِقَاتُ نکاح سے آزاد ہونے والیاں اور خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ (نسائی)

یعنی جو عورتیں اپنے شوہروں کو صرف اس لیے پریشان کرتی ہیں کہ وہ مجبور ہو کر انہیں آزاد کریں یا جو عورتیں خلع کرتی ہیں وہ در حقیقت منافقہ ہیں کہ بظاہر تو شوہر سے محبت کرتی ہیں لیکن دل میں ان سے نفرت کرتی ہیں اور کسی نہ کسی طرح آزاد ہونا چاہتی ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک خلع وطلاق کس قدر مبغوض ہے اور آپ اس سے اپنی نفرت کا اظہار صرف اسی لیے فرما رہے ہیں کہ غلام حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

غرضیکہ طلاق دینا جائز ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظروں میں نہایت ناپسند اور مبغوض ہے لہٰذا مرد وعورت دونوں کو کوشش کرنا چاہئے کہ وہ اس تلوار کی زد سے بچے رہیں اور ایک دوسرے کا لباس بن کر زندگی کو پرلطف بنانے کی کوشش کرتے رہیں بالخصوص اس صورت میں جب کہ اللہ نے ان کو اولاد کا عطیہ بھی بخشا ہو کہ اولاد ہو جانے کے بعد والدین کی زندگی اپنے لیے نہیں بلکہ اولاد کے مستقبل کو سدھارنے اور سنوارنے کے لیے رہ جاتی ہے پس جب بھی مرد وعورت میں کسی کو علاحدگی کا خیال آئے تو وہ اپنے پیارے پیارے بچوں پر نظر ڈالے اور سوچے کہ اگر ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو ان بچوں کو ہمارا مشترکہ پیار کیسے نصیب ہوگا۔ جب کہ بچوں کی راحت اور ان کی بہترین تربیت کا دارومدار ماں باپ کے مشترکہ پیار ہی پر ہے اگر بچے اس سے محروم ہو گئے تو اس کمی کو کثیر وسائل کے باوجود نہ تو تنہا باپ پورا کر سکتا ہے، اور نہ ہی تنہا ماں پورا کر سکتی ہے اگر اسی طرح سوچا جائے تو طلاق کا تصور خود بخود ختم ہو سکتا ہے، گھر بگڑنے اور بچے تباہ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا بتا رہے ہیں؟

شیطان کی خوشی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے (روزانہ صبح پانی پر تخت بچھا کر اپنا دفتر کھولتا ہے اور سارے دن

کے لیے فتنہ وفساد کے کام اپنے چیلوں کے سپرد کرتا ہے) پھر اپنی ٹولیوں کو لوگوں میں فتنے ڈالنے کے لیے بھیجتا ہے (شام کو یہ سب واپس آ کر اپنی اپنی کارستانیاں بیان کرتے ہیں جن کو یہ ملعون سنتا رہتا ہے) حتی کہ ان میں سے ایک آتا ہے اور اپنا کارنامہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے "ماتر کته حتی فرقت بینه و بین امراته" میں نے فلاں شخص کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہ کرادی بس اب شیطان اچھل پڑتا ہے اس خبیث چیلے کو چمٹا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے "نعم انت" ہاں تو نے کچھ کیا۔ (مسلم شریف)

یہ تفریق اگر بصورت طلاق ہوئی تو بری ہے لیکن اگر بغیر طلاق شوہر، بیوی ایک دوسرے سے علاحدہ ہو گئے تو اور بھی زیادہ بری ہے کہ اس صورت میں فتنہ وفساد اور گناہ میں مبتلا ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ بہر حال شیطان اپنے اس چیلے سے خوش ہوتا ہے جو شوہر و بیوی کے درمیان تفریق کرا دیتا ہے۔ غور فرمایئے آخر ایسا کیوں؟ اس لیے کہ اس طرح اس نے ایک تیر سے سینکڑوں شکار کر لئے، شرعی قانون کے مطابق جو رشتہ قائم ہوا تھا اسے توڑ دیا، مرد وعورت دونوں کو اب گناہ میں مبتلا کر دینا زیادہ آسان ہو گیا۔ شوہر و بیوی کے خاندانوں میں رشتہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا اب دونوں دشمن بن گئے، بچوں کا نہ صرف مستقبل تباہ ہو گیا بلکہ ان کے آوارہ اور جاہل ہونے کا امکان زیادہ ہو گیا، اسی طرح سوچئے جتنا آپ غور کریں گے شیطان کی خوشی کے اسباب معلوم ہوتے جائیں گے۔

شوہر و بیوی کے درمیان اگر کسی وقت جھگڑا ہو چاہے روزانہ ہو تو کوئی خاص بات نہیں یہ ایک فطری عمل ہے ایسا ہوتا ہی ہے لیکن جوں ہی اس جھگڑے کے دوران طلاق کا خیال آئے بس فوراً سمجھ لیجئے کہ اب شیطان کی مداخلت ہو رہی ہے قبل اس کے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو لاحول پڑھئے جھگڑا فوراً ختم کر دیجئے اور اپنے اور اپنی اولاد کے مستقبل کو تباہ ہونے سے بچا لیجئے۔

غصہ میں طلاق

یاد رکھئے کہ شیطان تفریق کرانے کے لیے غصہ کا سہارا لیتا ہے، غصہ کی آگ سلگاتا ہے، پس جھگڑا شروع ہوتا ہے جوں جوں آگ کی تیزی بڑھتی جاتی ہے جھگڑا بڑھتا جاتا ہے حتی کہ عورت کی زبان پر طلاق کا مطالبہ آتا ہے یا نہیں آتا تو از خود مرد طلاق کے لفظ بول دیتا ہے اور جوں ہی غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے میاں بیوی دونوں سر پکڑ کر رہ جاتے ہیں اور اب مسئلہ معلوم کرنے کے لیے مفتی صاحب کے پاس دوڑتے ہیں اور خیال یہ کرتے ہیں کہ طلاق کے الفاظ غصہ کی حالت میں بولے گئے ہیں لہٰذا طلاق نہیں ہوئی حالاں کہ ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو بات صاف ہے کہ کوئی کسی پر تلوار کا وار محبت میں نہیں کرتا یا کوئی گولی محبت میں نہیں مارتا، جب غصہ آتا ہے اور نفرت اپنی انتہا پر پہنچتی ہے تب ہی گولی چلتی ہے اور گولی محبت میں چلے، مذاق میں چلے یا غصہ میں چلے کام ایک ہی کرتی ہے۔ طلاق، رشتۂ ازدواج کے لیے گولی ہے جو محبت میں چلے یا مذاق میں اور یا بحالت غصہ بہر حال اس رشتے کی جان لے لیتی ہے پس غصہ آیا گولی چلی طلاق ہو گئی اور کاش ایک یا دو گولیاں چلتیں تو کچھ گنجائش باقی رہتی، مرہم پٹی سے میاں بیوی صحت مند ہو جاتے لیکن یہ شیطان تو بڑا ہی ظالم دشمن ہے ایسی حالت میں ہمیشہ تینوں گولیاں ایک ساتھ چلوا دیتا ہے اور میاں بیوی دونوں کی جان لے لیتا ہے۔ اب مفتی صاحب کے پاس کوئی دوا نہیں ہوتی جو جان ڈال سکیں اور اگر دوا ہے بھی تو وہ اتنی کڑوی کہ اس کا استعمال کرنا کسی باغیرت کے لیے ممکن ہی نہیں۔ اسی لیے شریعت مطہرہ نے غصہ کو حرام قرار دیا اور آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس کے نقصانات سے بچانے کے لیے اس کی ممانعت اور مذمت فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار فرمایا "لاتغضب، لاتغضب" غصہ مت کرو، غصہ مت کرو۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، پہلوان تو وہ ہے

"یملک نفسه عند الغضب" جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ وہ شخص کتنا کمزور ہے جس کے غصہ کی آگ نے اس کے گھر ہی کو بھسم کر ڈالا اور وہ بجھا نہ سکا بہر حال غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

نکاح نے مرد کو بے شمار تحفوں کے ساتھ ایک مہلک ہتھیار بھی دیا ہے، عقلمند وہ ہے جو ان تحفوں کی لذت سے اپنی زندگی کو پر لطف، پر بہار اور پر سکون بنائے اور اس مہلک ہتھیار کو کسی کونے میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے بھول جائے۔

طلاق دینا واجب ہے

ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جب ہتھیار کا استعمال یعنی طلاق دے دینا واجب و لازم ہو جاتا ہے مثلاً شوہر پیدائشی نامرد ہے یا جادو یا کسی اور بیماری کی وجہ سے وہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق نہیں اور اس کے صحت مند ہونے کا بظاہر کوئی امکان بھی نہیں تو ایسی صورت میں مرد کو چاہئے کہ وہ از خود اپنی بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دے کیوں کہ اس صورت میں عورت سے گناہ سرزد ہونے کا قوی امکان موجود ہے اور اگر کوئی بہت ہی متقیہ عورت ہے تب بھی اس کی زندگی پر سکون نہیں ہو سکتی اور ایک گھر کا ماحول جیسا ہونا چاہئے وہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگر اس صورت کے باوجود شوہر، بیوی کو آزاد نہیں کرتا تو وہ مجرم ہے ایک عورت کی زندگی اجیرن کر دینے کا یا، وہ مجرم ہے اسے گناہ کے گڑھے میں ڈھکیل دینے کا، جو نہایت ہی گناہ ہے پس اس گناہ سے بچنے کے لیے بیوی کو طلاق دے دینا واجب ہے۔

اور بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں طلاق دینا افضل و بہتر اور مستحب قرار دیا گیا ہے مثلاً یہ عورت بے نمازی ہے، اپنے ساس، سسر اور دیگر اہل خانہ کو ستاتی اور پریشان کرتی ہے یا ان سے نفرت کرتی اور ملنا جلنا تک پسند نہیں کرتی یا وہ مجبوراً اس مرد کی زوجیت میں ہے جب کہ اس کا دل کسی اور مرد کی طرف مائل ہے یا وہ اس کے مال و اسباب میں خیانت کرتی ہے۔ ان تمام صورتوں اور ان جیسی صورتوں میں مستحب ہے کہ ایسی عورت کو طلاق دے کر اس کی ایذا رسانی سے نجات حاصل کر لی جائے لیکن اس وقت جب اس کی اصلاح اور تربیت

کے تمام شرعی اور معاشرتی طریقے ناکام ہو چکے ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں بھی ایک مرتبہ اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حبیبہ بنت سہل نے سرکار کے دربار میں حاضر ہو کر شوہر سے علاحدگی کی درخواست پیش کی یعنی خلع چاہا کیوں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کچھ شکل وصورت کے اچھے نہ تھے، قد پست تھا رنگ سیاہ تھا اور حضرت حبیبہ جو عبداللہ بن ابی کی بہن تھیں دراز قد اور نہایت ہی حسینہ وجمیلہ تھیں لہٰذا وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں کرتی تھیں پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ماا عتب علیه فی خلق ولا دین" کہ ثابت کے حسن خلق اور دیندار ہونے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں یعنی وہ عادات واطوار کے بہت اچھے ہیں بہت دیندار ہیں "ولکن اکره الکفر فی الاسلام" لیکن میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی یعنی میں ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میں زبان سے انہیں اچھا کہوں اور دل سے پسند نہ کروں یہ تو تقیہ ہوگا جو شرعاً ممنوع ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ان سے طلاق دلا دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست پر برافروختگی یا ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ پوچھا کیا تم ثابت کو وہ باغ واپس کر دو گی جو انہوں نے تمہیں بطور مہر دیا تھا۔ وہ راضی ہو گئیں پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا: اقبل الحدیقة" ثابت یہ اپنا باغ قبول کر لو، 'وطلقها تطلیقة" اور انہیں ایک طلاق دے دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور طلاق دے دی۔

اس واقعہ سے واضح ہو گیا کہ اگر شوہر و بیوی کے درمیان کسی بھی وجہ محبت والفت پیدا نہ ہو سکے اور وہ ایک دوسرے کو دل سے نہ چاہتے ہوں تو جبر واکراہ کی زندگی بسر کرنے سے بہتر علاحدگی ہے اور اس صورت میں مستحب یہی ہے کہ طلاق کا عمل اختیار کیا جائے۔

عدت کے احکام

عدت کے معنی شمار کرنا اور گننا ہے۔ شریعت مطہرہ میں عدت اس انتظار کے دنوں کو گننے اور شمار کرنے کو کہتے ہیں جو ایک نکاح ختم ہو جانے کے بعد دوسرے نکاح کے لیے کیا جاتا ہے۔ زمانۂ عدت میں نکاح کرنا ممنوع ہے بلکہ نکاح کی تیاری یا باتیں کرنا بھی مناسب نہیں۔ عدت صرف عورت کے لیے ہے مرد کے لیے نہیں کیوں کہ اس کا مقصد استبرائے رحم یعنی بچہ دانی کی صفائی اور اس بات کا پوری طرح یقین حاصل کر لینا ہے کہ حمل نہیں ہے جب کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل یعنی بچہ کو جنم دینا ہے۔ ظاہر ہے اس کا تعلق مرد سے نہیں عورت ہی سے ہے، ہاں مرد اگر کسی ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جس کو بیوی کے ساتھ جمع کرنا حرام ہو تو اسے بھی اپنی پہلی بیوی کی عدت پوری ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا، مثلاً بیوی کی بہن بھانجی یا خالہ سے نکاح کرنا ہے تو عدت کے دنوں میں بھی ان کا نکاح کرنا حقیقت میں انہیں ساتھ ہی رکھنا ہوگا لہٰذا جائز نہیں کیوں کہ جب تک عورت کی عدت کے دن پورے نہ ہو جائیں مرد اس سے رجوع کر سکتا ہے اور دوبارہ اسے اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے۔

عدت کی قسمیں:

عدت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وفات کی عدت یعنی اس عورت کی عدت جس کا شوہر مر گیا اور وہ بیوہ ہو گئی اس کی مدت چار مہینے اور دس دن ہے۔

(۲) طلاق کی عدت اس کی مدت تین حیض ہے چاہے یہ مطلقہ بالغہ ہو نا بالغہ ہو یا ایاس کو پہنچ چکی ہو یعنی اتنی بوڑھی ہو چکی ہو کہ حمل کی امید باقی نہ رہی ہو جس کے لیے تقریباً پچپن برس کی عمر ہوتی ہے۔

(۳) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل یعنی بچہ کو جنم دینا ہے چاہے نکاح ختم ہونے کے فوراً بعد ہی بچہ ہو جائے یا کچھ دن اور کچھ مہینے بعد ہو اور جس عورت کو خلوتِ صحیحہ سے قبل ہی طلاق دے دی گئی ہو اس کی کوئی عدت نہیں۔ خلوتِ صحیحہ مرد و عورت کی ایسی تنہائی کو کہا جاتا ہے جس میں دونوں کا دوسرے سے فائدہ حاصل کر لینا یقینی ہو جائے۔

بواسطۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں حکم دیا گیا کہ طلاق سے پہلے ہی عورت کی مدت عدت کا خیال رکھا جائے یعنی حیض کے بعد پاکی کے ایسے دنوں میں طلاق دی جائے جن میں اب تک اس سے صحبت نہیں کی گئی ہے تا کہ اس کے ایام عدت دراز نہ ہوں اور اسے دوسرا نکاح کرنے کے لیے طویل انتظار نہ کرنا پڑے۔ فرمایا گیا: يَاۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (الطلاق:۱)

ترجمہ: اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔

شریعت مطہرہ کا عورتوں پر یہ کیسا کرم ہو رہا ہے کہ ان کو دشواری سے بچانے کے لیے مردوں کو خصوصی حکم دیا جا رہا ہے کہ ارادۂ طلاق کے ساتھ ہی ایام عدت کا حساب لگا لو اور ایسے وقت طلاق دو کہ عورت کو غیر ضروری طور پر طویل انتظار نہ کرنا پڑے۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے کہ یہ وقت حیض کے بعد پاکی کے ان دنوں میں ہے جن میں اب تک عورت سے صحبت نہیں کی گئی ہے۔ ان ایام میں اگر عورت کو طلاق دی گئی تو اسے صرف تین حیض کی مدت عدت پوری کرنی ہوگی۔ شریعت مطہرہ میں چوں کہ عدت نہایت ہی اہم ہے لہٰذا خصوصی حکم دیا گیا "احصو العدۃ" ایام عدت کا خیال رکھو، انہیں شمار کرتے رہو کوئی غلطی نہ ہونے پائے اور وہ عورتیں جو ایاس کی عمر کو پہنچ چکی ہوں کہ اب حیض آنے کی قطعاً امید نہ رہی ہو جس کے لیے عموماً پچپن برس کی عمر ہوتی ہے اور وہ عورتیں جو نابالغہ ہوں یا عمر کے اعتبار سے تو بالغ ہو چکی ہوں لیکن اب تک انہیں حیض نہ آیا ہو ان کی مدت عدت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَالّٰٓئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِىْ

لَمْ يَحِضْنَ (الطلاق:۴) اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔

اور جو عورتیں حاملہ ہوں چاہیں بیوہ ہوں یا مطلقہ ہوں ان کی عدت کے متعلق فرمایا گیا۔

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق ۴) اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

اور سورۃ البقرہ میں اس عورت کی مدت عدت بیان کی گئی جو بیوہ ہوگئی ہو۔ فرمایا گیا۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (البقرہ:۲۳۴)

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

دورانِ عدت شوہر کی ذمہ داریاں

مدتِ عدت پوری ہونے سے قبل مرد کو اختیار نہیں کہ وہ مطلقہ کو گھر سے نکال دے وہ اسی گھر میں اپنی عدت کے ایام پورے کرے گی تاکہ اگر رجوع کرنے کا فیصلہ ہو تو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ نیز ایک گھر میں رہنے سے رجوع کی طرف مائل ہونے کا بھی قوی امکان ہے کہ اس طرح دونوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے گفتگو کرنے وغیرہ کا موقع حاصل رہے گا اور وہ اسباب خود بخود ختم ہوتے جائیں گے جو وجہ طلاق بنے تھے اور پھر یہ مل کر اچھی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہیں یہی حکمت ہے عورت کو اسی گھر میں رہنے کا حکم دینے میں کیوں کہ اسلام بہر حال یہ چاہتا ہے کہ رشتۂ ازدواج کسی نہ کسی طرح قائم و باقی رہے۔ پس فرمایا گیا: لا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (ترجمہ) عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ (الطلاق:۱)

ہاں اگر مطلقہ طلاق کی جھنجلاہٹ میں گھر والوں کو ستاتی ہو، شوہر کے ماں باپ، بہن بھائی وغیرہ کو برا بھلا کہتی رہتی ہو، شوہر کو ذلیل و خوار کرتی ہو، گالی گلوچ کرتی ہو حتی کہ اس نے

گھر کا سکون تباہ کر دیا ہو، گھر کا نظام اس کی وجہ سے درہم برہم ہو گیا ہو تو ان سب صورتوں میں اسے گھر سے نکال دینے کی اجازت ہے اور یہی بہتر ہے پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ وَ اِنْ کُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَ اْتَمِرُوْا بَیْنَکُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰی ۝ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ۝ (الطلاق: ۶، ۷)

ترجمہ: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی، مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔

ان آیات مبارکہ میں احکام عدت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے تا کہ عدت جیسے اہم عمل کے دوران مرد وعورت میں سے کسی سے کوئی غلطی نہ ہو یا کسی کی حق تلفی نہ ہو کہ اگرچہ طلاق نے رشتۂ نکاح منقطع کر دیا ہے لیکن عدت ختم ہونے تک ابھی ایک دوسرے کے حقوق باقی ہیں جنہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ یہاں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) عورت کو طلاق کے بعد فوراً گھر سے نکال دینے کی اجازت نہیں بلکہ اس کے لیے مرد اپنی وسعت کے مطابق رہائش کا انتظام کرے، بایں صورت کہ اگر رجعی طلاق دی ہے تو اسے اسی کمرے میں رکھے جس میں وہ اب تک رہتی تھی کہ اس صورت میں عورت مرد سے پردہ بھی

نہیں کرے گی اور اگر طلاق بائنہ دی ہے تو عورت مرد سے پردہ کرے اور مرد اس کے لیے ایسی رہائش گاہ کا انتظام کرے جہاں وہ پردے کے باوجود آزاد نہ رہ سکے۔

(۲) مرد کو اجازت نہیں کہ وہ اس مجبور و بے سہارا مطلقہ کو رہائش کے معاملہ میں یا کسی معاملہ میں تنگ کرے اور اتنا پریشان کرے کہ وہ گھر چھوڑ کر نکل جانے پر مجبور ہو جائے بالخصوص "ولا تضاروھن" کی ممانعت کا خیال رکھا جائے کہ عورت کو اٹھتے بیٹھتے طعنے نہ دو کہ یہ اس کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہوگا جس سے اسے طلاق کی تکلیف کے بعد مزید تکلیف ہوگی، یہ ایذا رسانی تمہارے لیے جائز نہیں۔

(۳) جو مطلقہ حاملہ ہو اس کی رہائش اور اس کے دیگر لوازمات زندگی کی ذمہ داری مرد پر اس وقت تک ہے جب تک وہ بچہ کو جنم دے دے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ حاملہ عورت کے اخراجات کا ذکر ہے کہ اس کی مجبوری زیادہ ہے جب کہ ہر قسم کی مطلقہ عورت کے اخراجات کی ذمہ داری مرد ہی پر عائد کی گئی ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۱ میں فرمایا گیا۔ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ . اور طلاق والیوں کے لیے بھی مناسب طور پر نان ونفقہ ہے یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر۔

یعنی جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے جب کہ ہر مومن اللہ سے ڈرتا ہے اور ڈرنا چاہئے پس ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ اپنی مطلقہ کے اخراجات عدت ختم ہونے تک پورے کرتا رہے۔ بالمعروف مناسب طریقے سے یعنی جیسے طلاق سے پہلے تمام ضروریات پوری کرتا تھا اسی طرح طلاق کے بعد کرتا رہے۔

(۴) حاملہ مطلقہ کی عدت بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ختم ہو چکی لہٰذا اب اس پر بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری بھی نہ رہی لہٰذا اب اگر مرد اپنے بچہ کو اس سے دودھ پلوانا چاہتا ہے تو اس کی اجرت ادا کرے اور اجرت وہ ہوگی جس پر مرد و عورت باہمی مشورے سے رضامند ہو جائیں اور اگر مرد عورت کی مطلوبہ اجرت ادا نہیں کرسکتا یا عورت دودھ پلانے پر اپنی کسی ذاتی مجبوری کی وجہ سے راضی ہی نہیں مثلاً وہ جلد ہی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے اور وہ جانتی ہے

کہ اس کا ہونے والا شوہر اس ذمہ داری کو پسند نہیں کرے گا تو ان دونوں صورتوں میں اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مرد کو چاہئے کہ وہ کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت کا انتظام کر لے۔

(۵) مطلقہ کے اخراجات میں اعتبار مرد کی حیثیت کا ہوگا کہ اگر مرد دولت مند ہے تو وہ عورت کو خرچہ بھی دولت مندوں جیسا ہی دے گا اور غریب ہے تو وہ غریبوں جیسے ہی اخراجات کرے گا یعنی جس طرح وہ پہلے اپنی بیوی کو رکھتا تھا اسی طرح اب بھی رکھے، اس میں جتنی بہتری کر سکتا ہے کرے کمی نہ ہونے پائے اسی لیے اس حکم کے ساتھ بالمعروف فرمایا گیا۔

یہ احکام بیوہ عورت کے لیے بھی ہیں کہ اس کی تمام ذمہ داری یا تو شوہر کے متروکہ مال سے پوری کی جائے گی اور اگر شوہر نے کچھ نہیں چھوڑا تو یہ ذمہ اس کے وارثین پورا کریں گے۔

بہر حال مطلقہ ہو یا بیوہ ہو شریعتِ مطہرہ ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اسے بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ نکاح نے جس مرد کو عورت کا قوّام، ذمہ دار اور سہارا بنایا وہی مرد مدت عدت ختم ہونے تک اپنی ذمہ داریاں پورا کرنے کا پابند ہے جب کہ یہ مدت اس بے سہارا عورت کے لیے کوئی دوسرا انتظام کرنے کے لیے کافی ہے کہ اس عرصہ میں اس کے دوسرے نکاح کا انتظام ہو سکتا ہے یا اس کے اعزا و اقارب اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو سکتے ہیں۔

بہر حال قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ حکم واضح ہے کہ مطلقہ اپنی کسی بھی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نہیں نکل سکتی کہ یہ بالکل حرام ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے ہر کام کے لیے مرد سے کہے جو اس کی ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور اگر وہ اپنی ذمے داری پورا نہیں کرتا تو سخت گنہ گار ہوگا ہاں بیوہ عورت سخت ضروت کے لیے باہر جا سکتی ہے کہ اس کا شوہر مر چکا اب وہ مجبور ہے۔ اپنے ضروری کام اسے خود ہی کرنا ہوں گے لیکن بلا ضرورت بازاروں میں گھومنا، سیر و تفریح کرنا، تقریبات میں شریک ہونا شامل نہیں، ہاں ڈاکٹر کے پاس جانا یا کھانے پینے کا سامان وغیرہ خریدنا ضرورت میں شامل ہے جب کہ کوئی لانے والا موجود نہ ہو۔

عدت کے ایام میں سوگ کرنا واجب ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس عورت کا شوہر وفات پا گیا وہ عدت گزرنے تک عصفر سے رنگا ہوا اور خوشبو والی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، زیور نہ پہنے، خضاب نہ لگائے اور سرمہ بھی نہ لگائے۔ (مشکوۃ المصابیح)

جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر وفات پا جائے تو عدت ختم ہونے تک اس کو اسی گھر میں رہنا ضروری ہے، جس میں شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے آخر وقت تک رہا کرتی تھی، اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں جانا جائز نہیں ہے۔

بہت سی عورتیں شوہر کی موت ہوتے ہی یا طلاق ہوتے ہی میکہ چلی جاتی ہیں یہ خلاف شرع اور گناہ ہے، نہ اس کا جانا جائز ہے نہ سسرال والوں کو اس کا نکالنا درست ہے۔ قرآن پاک میں ہے: لاتخرجوھن من بیوتھن الاان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔ البتہ جو عورت بیوہ ہوگئی ہو اور اس کے نان نفقہ کا کچھ انتظام نہ ہو تو کسی جگہ کام کاج کر کے روزی حاصل کرنے کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اس گھر میں آجائے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ عدت کے دوران گھر میں رہتے ہوئے کسی ایک ہی کوٹھری یا کمرے میں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے نہ یہ کوئی مسئلہ ہے جیسا کہ عورتیں سمجھتی ہیں۔ (بلکہ گھر میں رہتے ہوئے پورے گھر میں چلے پھرے، اس پر کچھ پابندی نہیں)۔

جس عورت کو رجعی طلاق ملی ہو، عدت کے ایام میں اس کو بھی گھر سے نکلنا درست نہیں ہے، وہ بھی شوہر کے گھر میں عدت گزارے، جو عورت عدت میں ہو گھر سے نکلنے کی پابندی کے ساتھ اس پر شرعاً سوگ کرنے کی پابندی بھی عائد کی گئی ہے، زیب و زینت اور بناؤ سنگار ترک کرنے کو سوگ کہتے ہیں، حدیث بالا میں سوگ کے بعض مسائل بتائے گئے ہیں، سوگ کے احکام جہاں ایسی عورت پر عائد ہوتے ہیں جس کا شوہر وفات پا گیا ہو، اس عورت کو بھی اس کی ہدایت کی گئی ہے جس کو طلاق بائن دی گئی ہو یا طلاق مغلظہ مل گئی ہو، خلاصہ یہ کہ جس

عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو اور جسے ایسی طلاق ملی ہو جس کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا اس پر عدت کے دوران سوگ کرنا بھی لازم ہے جب عدت ختم ہو جائے سوگ ختم کر دے، چوں کہ عدت کے زمانہ میں کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں اور بناؤ سنگار کی ضرورت شوہر کے لیے ہوتی ہے اس لیے زمانۂ عدت میں سوگ کرنے کا حکم دیا گیا، سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت ایسا لباس اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے جس سے اس کی طرف مردوں کی طبیعت راغب ہو، لہٰذا عدت گزارنے والی کے لیے (جس پر سوگ واجب ہو) یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ بھڑک دار کپڑے نہ پہنے، خوشبو نہ لگائے، خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، زیور استعمال نہ کرے، باریک دانتوں کی کنگھی سے بال نہ سلجھائے اور سر میں تیل نہ ڈالے اور سرمہ نہ لگائے، ہاں اگر آنکھیں دکھ آئیں تو علاج کے لیے سرمہ لگانا درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو پونچھ ڈالے، سر دھونا اور غسل کرنا درست ہے لیکن خوشبودار صابن وغیرہ استعمال نہ کرے اگر سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بے خوشبو کا تیل ڈال دے لیکن مانگ پٹی نہ نکالے۔

جس عورت پر سوگ واجب ہے اسے پان کھا کر منہ لال کرنا اور دانتوں پر مسی ملنا، پھول پہننا، مہندی لگانا، ہونٹ اور ناخن پر سرخی لگانا درست نہیں۔

مسئلہ: سوگ کرنا حکم شرعی ہے، شوہر کے مرنے یا طلاق وخلع کے ذریعہ اس سے چھٹکارا حاصل ہونے سے، اگر عورت کو طبعی طور پر خوشی بھی ہوئی ہو تب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کورٹ کے ذریعہ نکاح فسخ کر دیا ہو (اور وہ شرعی اصول کے مطابق بھی فسخ ہو گیا ہو) تو ایسی عورت پر بھی عدت اور سوگ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی یا اس کا شوہر مر گیا تو اس پر سوگ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق بائن یا طلاق مغلظہ ملی ہو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ زمانۂ عدت میں طلاق دینے والے شوہر کے گھر رہتے ہوئے اس سے پردہ کرے اور جس کو طلاق رجعی ملی ہو وہ زیب وزینت سے رہے، سوگ نہ کرے۔

زمانہ جاہلیت میں عدت کا طریقہ

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک صحابی خاتون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری لڑکی کا شوہر فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، دو یا تین بار یہی سوال وجواب ہوا آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ نہیں لگا سکتے۔ اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شریعت اسلام میں) یہ عدت اور سوگ کے چار ماہ دس دن ہیں (اس کی پابندی مشکل معلوم ہورہی ہے) حالاں کہ جاہلیت کے زمانہ میں جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو پورے ایک سال تک عدت گزارتی تھی اور ایک سال ختم ہوکر جب دوسرا سال لگتا تھا تو اونٹ وغیرہ کی مینگنیاں پھینکتی تھی۔ (بخاری ومسلم)

اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں شوہر کے مرجانے پر اس کی بیوہ پر طرح طرح کے احکام عائد کیے جاتے تھے، یہ احکام مذہبی بھی ہوتے تھے اور قومی وملکی بھی، ہندوستان کے ہندوؤں میں تو یہ قانون تھا کہ بیوہ کو اپنے مردہ شوہر کے ساتھ زندہ ہی جل جانا پڑتا تھا اس کو ستی ہونا کہتے تھے اور عرب میں یہ طریقہ تھا کہ جب عورت کا شوہر مرجاتا تو ایک سال اس کے لیے بڑا کٹھن ہوتا تھا جس کی تفصیل سنن ابوداؤد میں اس طرح مروی ہے کہ:

"جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو سال بھر کے لیے ایک چھوٹی سی کوٹھری میں داخل ہوجاتی تھی اور بدترین کپڑے پہن لیتی تھی اور سال گزرنے تک نہ خوشبو لگاتی نہ اور کوئی چیز (صفائی ستھرائی کی) اپنے بدن سے چھواتی تھی جب سال ختم ہوجاتا تو کوئی چارپایہ گدھا، بکری یا پرندہ اس کے پاس لایا جاتا تھا جس سے وہ اپنی شرم کی جگہ کو رگڑتی تھی۔ چوں کہ سال بھر تک بدحالی میں رہ کر اس کے بدن میں زہریلے اثرات پیدا ہوجاتے تھے اس لیے جس جانور سے وہ اپنے جسم کا مخصوص حصہ رگڑتی تھی اکثر مرجاتا تھا، اس کے بعد (کوٹھری سے) نکلتی اور اس کو اونٹ وغیرہ کی مینگنیاں دی جاتی تھیں، وہ ان مینگنیوں کو آگے پیچھے پھینکتی تھی،

اس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اس کی عدت گزر گئی ہے اور اس سے یہ فال لینا بھی مقصود تھا کہ مصیبت پھینک دی جیسا کہ یہ مینگنیاں پھینکی جا رہی ہیں، اس کے بعد اپنی مرضی کے مطابق خوشبو وغیرہ استعمال کرتی تھی۔ (یہ کام ٹوٹکے کے طور پر کرتی تھیں اور اس کو دفع مصیبت کا ذریعہ سمجھتی تھیں)۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاہلیت کی یہ پابندی یاد دلائی اور فرمایا کہ اسلام نے صرف چار ماہ دس دن کی عدت اور سوگ رکھا ہے، جاہلیت کی کیسی کیسی مصیبتوں سے تمہاری جان چھڑائی ہے، پھر بھی تم اسلام کے قانون کی پاسداری سے بچنے کا راستہ نکالنا چاہتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنکھ میں تکلیف ہونے کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عدت والی کو سوگ میں سرمہ لگانے کی اجازت نہ دی، حدیث کی شرح لکھنے والے عالموں نے بتایا ہے کہ اس عورت کا علاج سرمہ کے بغیر ہو سکتا تھا اور سرمہ بطور زینت لگانا چاہتی تھی، اس لیے منع فرمایا کیوں کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فتویٰ ہے (جو سوگ والی احادیث کی راوی ہیں) کہ سوگ والی عورت علاج کی مجبوری سے رات کو سرمہ لگا سکتی ہے۔

عورت بیوہ ہو جائے تو دوسرا نکاح کر لے

ہندوؤں میں یہ عیب سمجھا جاتا ہے کہ شوہر کی موت کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے، ہر وقت کا جلاپا اور ساس نندوں کے طعنے اسے باعزت زندگی گزارنے نہ دیتے تھے، مذہبی قانون اور قومی رواج کے مطابق بے شوہر پوری زندگی گزارنا لازم تھی۔ اگر چہ تیرہ سال کی لڑکی بیوہ ہو جائے اور چوں کہ شوہر کی ارتھی کے ساتھ جلنا مذہبی مسئلہ تھا اور سب نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے، اس لیے لامحالہ وہ شوہر کی ارتھی میں کود پڑتی تھی اور زندہ جل جانے کو نفرت کی زندگی پر ترجیح دیتی تھی۔ اس کے بالکل برعکس اسلام نے نہ صرف اجازت دی بلکہ ترغیب دی اور مستحب و مستحسن بلکہ بعض حالات میں واجب قرار دیا کہ عدت گزارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر لے، وہ مر جائے تیسرا شوہر کر لے، وہ

بھی مر جائے تو چوتھے مرد کی زوجیت میں آجائے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ کی اکثر بیویاں بیوہ تھیں جن کے پہلے شوہر فوت ہو چکے تھے، ان میں بعض وہ تھیں جو آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔

آج کل بھی بعض قوموں میں (جو مسلمان کہلاتی ہیں) بیوہ کی دوسری شادی کو عیب سمجھا جاتا ہے اور جو بیوہ ہو جائے زندگی بھر یوں ہی بلا شوہر بیٹھی رہتی ہے۔ خدا کی پناہ! اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کام کیا ہو اسے عیب سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے، اس سے ایمان سلب ہو جانے کا خطرہ ہے، جن لوگوں کے ایسے خیالات ہیں توبہ کرلیں۔

اسلام نے عورت کو بڑا مرتبہ دیا اور اس کو اعزاز و اکرام سے نوازا ہے، پستی سے نکال کر اس کو بلندی عطا کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عورتیں اب بھی اسلام کے احکام کو چھوڑ کر (جو سراسر رحمت ہیں) جاہلیت کی طرف دوڑ رہی ہیں۔

شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کا حکم

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب اُم المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی جو زرد رنگ کی تھی اور اپنی بانہوں اور رخساروں پر ملی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں تین دن سے زائد سوگ کرنے والیوں میں شمار نہ ہو جاؤں میں نے خوشبو لگالی) میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی میت پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے، سوائے شوہر کے کہ اس کی موت ہو جانے) پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔ (مسلم شریف)

رب تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِیلا اور اس کے احکام

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"لِلَّذِیۡنَ یُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ تَرَبُّصُ اَرۡبَعَةِ اَشۡهُرٍ ۚ فَاِنۡ فَآءُوۡ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝" (سورۂ بقرہ/۲۲۶)

ترجمہ: اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

مفسر شہیر حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ اس آیۂ کریمہ کا شان نزول ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے، اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو ایک سال، دو سال، تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جانے اور صحبت ترک کرنے کی قسم کھا لیتے تھے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے تھے نہ وہ بیوہ ہی تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کر لیتیں نہ شوہر دار کہ شوہر سے آرام پاتیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے چار مہینے مدت متعین فرمادی کہ اگر عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد عرصہ کے لیے یا غیر معین مدت کے لیے ترک صحبت کی قسم کھالے تو اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے، اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لیے بہتر ہے یا رکھنا، اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ (خزائن العرفان)

اِیلا کے معنیٰ یہ ہیں کہ شوہر نے یہ قسم کھائی کہ عورت سے قربت نہ کرے گا یا یوں قسم کھائی کہ چار مہینہ قربت نہ کرے گا تو یہ ایلا ہوگیا۔ اگر عورت باندی ہو تو اس کے اِیلا کی عدت دو مہینہ ہے۔

اِیلا میں قسم کی دو صورت ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے اُن صفات کی قسم کھائے

جن کی قسم کھائی جاتی ہے۔ (جیسے کہے اس کی عظمت وجلال کی قسم، اس کے کبریائی کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم) دوسری صورت تعلیق ہے (جیسے یہ کہے کہ اگر اس سے وطی کروں تو میرا غلام آزاد ہے یا میری عورت کو طلاق ہے یا مجھ پر اتنا روزہ ہے یا حج ہے۔ (ہدایہ وغیرہ)

ایلا کے اقسام

مسئلہ: اِیلا دو طرح کا ہے ایک ایلائے موقّت یعنی چار مہینہ کا، دوسرا ایلائے موٴبّد یعنی چار مہینہ کی قید نہ ہو، ہر حال اِیلا کے بعد اگر چار مہینہ کے اندر اگر عورت سے جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی (چاہے پاگل ہی ہو) اور کفارہ لازم جب کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو اور اگر قسم بصورت تعلیق تھی تو جس بات پر معلق کیا تھا وہ بات ہو جائے گی (جیسے کہا تھا اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کر لیا تو غلام آزاد ہو گیا) اور اگر اِیلا کرنے کے بعد چار مہینہ کے اندر صحبت نہ کی تو طلاق بائن پڑ جائے گی۔ پھر اگر یہ اِیلا موقت تھا یعنی چار مہینہ کا تھا تو یمین ساقط ہو گئی یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تو اب اِیلا کا کچھ اثر نہیں، اور اگر ایلا موٴبد تھا یعنی ہمیشہ کی قید تھی (جیسے یوں کہا تھا خدا کی قسم تجھ سے کبھی قربت نہ کروں گا) یا کچھ قید نہ تھی (جیسے کہا تھا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا) تو ان صورتوں میں ایک بائن طلاق پڑ گئی اور قسم باقی ہے (یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر اِیلاء کا حکم جاری ہوگا کہ اگر اس نکاح کے وقت سے چار مہینہ کے اندر جماع کر لیا تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا اور تعلیق میں جزا واقع ہو جائے گی اور چار مہینہ گزر لیے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی مگر یمین اب بھی باقی ہے۔ اسی طرح اگر تیسری بار اُسی عورت سے نکاح کیا تو پھر اِیلا آ گیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار مہینہ گزرنے پر تیسری طلاق پڑ جائے گی۔ اور اب بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تو اب اِیلاء نہیں یعنی چار مہینہ بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہوگی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کرے گا کفارہ واجب، اور اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نے کسی اور سے نکاح کیا اس کے بعد پھر

اس سے نکاح کیا تو مستقل طور پر اب سے تین طلاق کا مالک ہوگا مگر ایلا پھر بھی رہے گا یعنی قربت نہ کرنے پر طلاق ہو جائے گی۔ پھر نکاح۔ پھر وہی حکم پھر ایک یا دو طلاق کے بعد کسی سے نکاح کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر وہی حکم یعنی جب تک تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے ایلا بدستور باقی رہے گا۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: ایلا صرف اپنی منکوحہ سے ہوتا ہے یا مطلقہ رجعی سے۔ اجنبیہ سے یا جسے بائن طلاق دی اس سے ابتداءً نہیں ہوسکتا۔ یوں ہی اپنی باندی سے بھی نہیں۔ ہاں دوسرے کی کنیز اس کے نکاح میں ہے تو اس کنیز سے ایلا کرسکتا ہے۔ یوں ہی اجنبیہ کا ایلا اگر نکاح پر متعلق کیا تو ہو جائے گا (جیسے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا۔

ایلاء کے شرائط

مسئلہ: ایلا کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ شوہر اہل طلاق ہو یعنی وہ طلاق دے سکتا ہو لہٰذا مجنون و نابالغ کا ایلاء صحیح نہیں کہ یہ اہل طلاق نہیں۔ (درمختار و بہار) اور یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینہ سے کم کی مدت نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے اگر جگہ معین کی (جیسے یوں کہا خدا کی قسم تجھ سے فلاں جگہ قربت نہ کروں گا، تو ایلاء نہیں، اور یہ بھی شرط ہے کہ زوجہ کے ساتھ کسی باندی یا اجنبیہ کو نہ ملائے۔ (جیسے کہا تجھ سے اور فلاں عورت سے قربت نہ کروں گا اور یہ فلاں اس کی باندی یا اجنبیہ ہے تو ایلا نہ ہوگا) اور یہ بھی شرط ہے کہ محض مدت کا استثنا نہ ہو (جیسے یوں کہا چار مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا مگر ایک دن تو یہ ایلا نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ قربت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے (جیسے اگر یوں کہے اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھونے پر بلاؤں تو تجھ کو طلاق ہے تو اس طرح کہنے سے ایلا نہیں ہوگا۔ (خانیہ درمختار ردالمحتار وغیرہ)

ایلا کے الفاظ

ایلا کے الفاظ بعض صریح ہیں بعض کنایہ، صریح وہ الفاظ ہیں جن سے ذہن جماع کے معنی کی طرف سبقت کرتا ہو اس معنی میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہو۔ صریح میں نیت کا

درکار نہیں بغیر نیت بھی اِیلا ہو جائے گا اور اگر صریح لفظ میں یہ کہے کہ میں نے جماع کے معنیٰ کا ارادہ نہ کیا تھا تو قضاءً اس کا قول معتبر نہیں دیانۃً معتبر ہے۔ کنایہ ایسا لفظ ہے جس سے معنیٰ جماع متبادر نہ ہوں دوسرے معنیٰ کا بھی احتمال ہو۔ کنایہ میں بغیر نیت اِیلا نہیں ہوگا اور اگر دوسرے معنیٰ مراد ہونا بتاتا ہے تو قضاءً بھی اس کا قول مان لیا جائے گا۔ (ردالمحتار و بہار)

مسئلہ: اپنی عورت سے کہا اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تو مجھ پر حرام ہے اور نیت اِیلاء کی ہے تو اِیلا ہو گیا۔ (ہندیہ و بہار) مسئلہ: جماع کرنے کو کسی ایسی چیز پر موقوف کیا جس کی نسبت یہ امید نہیں ہے کہ وہ چار مہینہ کے اندر ہو جائے تو اِیلا ہو گیا۔ (جیسے رجب کے مہینہ میں کہا واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک محرم کا روزہ نہ رکھ لوں یا کہا واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا مگر فلاں جگہ اور اس جگہ تک چار مہینہ سے کم نہیں پہنچ سکتا۔ یا کہا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک بچہ کے دودھ چھڑانے کا وقت نہ آئے۔ اور ابھی دو برس پورے ہونے مین چار مہینہ یا زیادہ باقی ہیں تو ان سب صورتوں میں اِیلاء ہے) یوں ہی اگر وہ کام مدت کے اندر تو ہو سکتا ہے مگر یوں کہ نکاح نہ رہے گا جب بھی اِیلاء ہے۔ جیسے یہ کہا تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مر جائے یا کہا میں مر جاؤں یا قتل کی جائے یا میں مار ڈالا جاؤں یا تو مجھے مار ڈالے یا میں تجھے مار ڈالوں یا میں تجھے تین طلاقیں دے دوں۔ (جوہرہ و بہار وغیرہ) مسئلہ: ایلا کیا اور مدت کے اندر قسم توڑنا چاہتا ہے مگر وطی کرنے سے عاجز ہے (کہ وہ خود بیمار یا عورت بیماری ہے یا عورت کم عمر ہے یا عورت کا مقام بند ہے کہ وطی ہو نہیں سکتی یا یہی نامرد ہے یا اس کا عضو کاٹ ڈالا گیا یا عورت اتنی دور ہے کہ چار مہینہ میں وہاں نہیں پہونچ سکتا یا خود قید ہے اور قید خانہ میں وطی نہیں کر سکتا اور قید بھی ظلماً ہو یا عورت جماع نہیں کرنے دیتی یا کہیں ایسی جگہ ہے کہ اس کو اس کا پتہ نہیں) تو ان مجبوریوں میں زبان سے رجوع کے الفاظ کہہ لے جیسے کہے میں نے تجھ سے رجوع کر لیا یا کہے اِیلا کو باطل کر دیا یا کہے میں نے اپنے قول سے رجوع کیا یا کہے میں نے اپنا قول واپس لیا۔ تو اس طرح کہنے سے اِیلا جاتا رہے گا یعنی مدت پوری ہونے پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور احتیاط یہ ہے کہ

گواہوں کے سامنے رجوع کے الفاظ کہے۔ لیکن اگر قسم مطلق ہے یا موبد تو بحالہ باقی ہے۔ جب وطی کرے گا کفارہ لازم آئے گا۔ اور اگر قسم چار مہینہ کی تھی اور چار مہینہ کے بعد وطی کی تو کفارہ نہیں مگر زبان سے رجوع کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ مدت کے اندر یہ مجبوری قائم رہے اور اگر مدت کے اندر زبانی رجوع کے بعد وطی پر قادر ہو گیا تو زبانی رجوع کافی نہیں ہے وطی کرنا ضروری ہے۔ (درمختار جوہرہ وبہار) مسئلہ: وطی سے عاجز نے دل سے رجوع کر لیا مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو رجوع نہیں۔ (ردالمختار و بہار) مسئلہ: جس وقت ایلا کیا اس وقت عاجز نہ تھا پھر عاجز ہو گیا تو زبانی رجوع کافی نہیں جیسے تندرست نے ایلا کیا پھر بیمار ہو گیا تو اب رجوع کیلئے وطی ضرور ہے مگر جب کہ ایلا کرتے ہی بیمار ہو گیا اتنا وقت نہ ملا کہ وطی کرت تو زبان سے کہہ لینا کافی ہے اور اگر مریض نے ایلاء کیا تھا اور ابھی اچھا نہ ہوتا تھا کہ عورت بیمار ہو گئی اب یہ اچھا ہو گیا تو زانی رجوع ناکافی ہے۔ (درمختار ردالمختار و بہار) مسئلہ: شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا یا آگے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ وطی کرنا رجوع نہیں۔ (ہندیہ و بہار) مسئلہ: اگر حیض میں جماع کر لیا تو اگرچہ یہ بہت سخت حرام ہے مگر ایلا جاتا رہا۔ (ہندیہ و بہار) مسئلہ: ایلا کی مدت میں اگر زوج وزوجہ کا اختلاف ہو تو شوہر کا قول معتبر ہے مگر عورت کو جب شوہر کا جھوٹا ہونا معلوم ہو تو عورت کو اجازت نہیں کہ اس کے ساتھ رہے جس طرح ہو سکے مال وغیرہ دے کر اس سے الگ ہو جائے اور اگر مدت کے اندر جماع کرنا بتاتا ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور اگر مدت پوری ہونے کے بعد کہتا ہے کہ مدت کے اندر جماع کیا ہے تو جب تک عورت اس کی تصدیق نہ کرے شوہر کا قول نہ مانا جائے (ہندیہ جوہرہ و بہار) مسئلہ: عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔ اس لفظ سے ایلا کی نیت کی تو ایلا ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے۔ نہیں تو طلاق بائن اور تین کی نیت کی تو تین۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو یہ یمین ہے شوہر نے زبردستی یا عورت کی خوشی سے جماع کیا تو عورت پر کفارہ لازم ہے۔ (درمختار، ردالمختار، و بہار) مسئلہ: عورت کو کہا تو میری ماں ہے اور نیت تحریم (حرام کرنا) کی ہے تو حرام نہ ہوگی بلکہ یہ جھوٹ ہے۔ (جوہرہ و بہار)

خلع کا بیان

قرآن پاک میں ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ؕ (سورۂ بقرہ: ۲۲۹)

ترجمہ: پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔ (کنز الایمان)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: یہ آیت جمیلہ بنت عبداللہ کے باب میں نازل ہوئی، یہ جمیلہ ثابت بن قیس ابن شماس کے نکاح میں تھیں اور شوہر سے کمال نفرت رکھتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے شوہر کی شکایت لائیں اور کسی طرح ان کے پاس رہنے پر راضی نہ ہوئیں تب حضرت ثابت نے کہا کہ میں نے ان کو ایک باغ دیا ہے اگر یہ میرے پاس رہنا گوارہ نہیں کرتیں اور مجھ سے علاحدگی چاہتی ہیں تو وہ باغ مجھے واپس کریں، میں ان کو آزاد کردوں۔ جمیلہ نے اس کو منظور کیا، حضرت ثابت نے باغ لے لیا اور طلاق دے دی۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی (جمیلہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثابت بن قیس جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کی عادت وخصلت اور دینداری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے لیکن میں ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں (لہٰذا میری اور ان کی جدائی ہو جائے تو بہتر ہے) یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا (طلاق کے بدلہ) تم اس کا باغیچہ واپس کردوگی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہاں میں واپس کردوں گی۔ آپ نے یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة". کہ تم باغیچہ قبول کرلو (اور اس کے عوض) اس کو ایک طلاق دے دو۔ (رواہ البخاری)

خلع کی تعریف اور اس کے احکام

مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں، عورت کا قبول کرنا شرط ہے بغیر عورت کے قبول کیے خلع نہیں ہوسکتا، خلع کے الفاظ معین ہیں، اس کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر زوج زوجہ میں نا اتفاقی رہتی ہو اور یہ ڈر ہو کہ شریعت کے حکموں کی پابندی نہ کرسکیں گے تو خلع کرانے میں حرج نہیں اور جب خلع کرلیں تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اس کا دینا لازم ہے۔ (ہدایہ و بہار)

مسئلہ: جو چیز مہر ہوسکتی ہے وہ خلع میں بدل ہوسکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہوسکتی وہ بھی خلع کا بدل ہوسکتی ہے، جیسے دس درہم سے کم مہر تو نہیں ہوسکتا مگر خلع کا بدل ہوسکتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: خلع شوہر کے حق میں طلاق کو عورت کے قبول پر معلق کرتا ہے کہ عورت نے اگر مال دینا قبول کرلیا تو طلاق بائن ہوجائے گی لہٰذا اگر شوہر نے خلع کے الفاظ کہے اور عورت نے ابھی قبول نہیں کیا تو شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں نہ شوہر کو شرط خیار حاصل۔ اور نہ شوہر کی مجلس بدلنے سے خلع باطل۔ (خانیہ و بہار)

مسئلہ: خلع عورت کی جانب میں اپنے کو مال کے بدلے میں چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتدا ہوئی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت رجوع کرسکتی ہے اور اپنے لیے اختیار بھی لے سکتی ہے اور یہاں تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے۔ بخلاف بیع کے کہ بیع میں تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں اور دونوں میں سے ایک کی مجلس بدلنے کے بعد عورت کا کلام باطل ہوجائے گا۔ (خانیہ و بہار)

مسئلہ: خلع چوں کہ معاوضہ ہے لہٰذا یہ شرط ہے کہ عورت کا قبول اس لفظ کے معنی سمجھ کر ہو بغیر معنی سمجھے اگر محض لفظ بول دے گی تو خلع نہ ہوگا۔ (درمختار و بہار)

مسئلہ: چوں کہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے لہٰذا شوہر کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے

نابالغ یا مجنون خلع نہیں کرسکتا کہ اہل طلاق نہیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت محل طلاق ہو لہٰذا اگر عورت کو طلاق بائن دے دی ہے تو اگر چہ عدت میں ہو تو اس سے خلع نہیں ہوسکتا۔ یوں ہی اگر نکاح فاسد ہوا ہے یا عورت مرتدہ ہوگئی تب بھی خلع نہیں ہوسکتا کہ نکاح ہی نہیں ہے خلع کس چیز کا ہوگا اور رجعی کی عدت میں ہے تو خلع ہوسکتا ہے۔ (درمختار ردالمختار و بہار)

مسئلہ: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا اور مال کا ذکر نہ کیا تو خلع نہیں بلکہ طلاق ہے اور عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں۔ (بدائع و بہار)

مسئلہ: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے اتنے پر خلع کیا عورت نے جواب میں کہا ہاں تو اس سے کچھ نہ ہوگا جب تک یہ نہ کہے کہ میں راضی ہوئی یا جائز کیا۔ یہ کہا تو صحیح ہوگیا۔ یوں ہی اگر عورت نے کہا مجھے ہزار روپیہ کے بدلے میں طلاق ہے اس پر شوہر نے کہا ہاں تو طلاق ہوگی۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اور جو حقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے عدت کا نفقہ اگر چہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہوگا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کردی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ یوں ہی عورت کے بچہ ہو تو بچہ کا نفقہ اور دودھ پلانے کے خرچ ساقط ہو جائیں گے ورنہ نہیں اور وقت معین کرنے کی صورت میں اگر اس وقت سے پہلے بچہ مر گیا تو باقی مدت میں جو خرچ ہوتا وہ عورت سے شوہر لے سکتا ہے۔ اور اگر یہ ٹھہرا کہ عورت اپنے مال سے دس برس تک بچے کی پرورش کرے گی تو بچہ کے کپڑے کا عورت مطالبہ کرسکتی ہے اور اگر بچہ کا کھانا کپڑا دونوں ٹھہرا ہے تو کپڑے کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتی اور اگر بچہ کو چھوڑ کر عورت بھاگ گئی تو باقی نفقہ کی قیمت شوہر وصول کرسکتا ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ بالغ ہونے تک بچہ کو اپنے پاس رکھے گی تو لڑکی میں ایسی شرط ہوسکتی ہے لڑکے میں نہیں۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: عورت کو طلاق بائن دے کر پھر اس سے نکاح کیا پھر مہر پر خلع ہوا تو دوسرا مہر ساقط ہوگیا پہلا نہیں۔ (جوہرہ و بہار)

مسئلہ: خلع اس پر ہوا کہ کسی عورت سے زوجہ اپنی طرف سے نکاح کر دے اور اس کا مہر زوجہ دے تو زوجہ پر صرف وہ مہر واپس کرنا ہوگا جو زوج سے لے چکی ہے اور کچھ نہیں۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: شراب، خنزیر، مردار وغیرہ ایسی چیز پر خلع ہوا جو مال نہیں تو طلاق بائن پڑ گئی اور عورت پر کچھ واجب نہیں اور اگر ان چیزوں کے بدلے میں طلاق دی تو رجعی واقع ہوئی یوں ہی اگر عورت نے یہ کہا کہ میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس کے بدلے میں خلع کر اور ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو کچھ واجب نہیں۔ (درمختار و جوہرہ)

مسئلہ: عورت سے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو اگر یہ لفظ شوہر نے طلاق کی نیت سے کہا تھا تو بائن طلاق واقع ہوگی اور مہر ساقط نہ ہوگا۔ بلکہ اگر عورت نے قبول نہ کیا ہو جب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ طلاق کی نیت سے نہ کہا تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی جب تک عورت قبول نہ کرے اور یہ اگر یہ کہا تھا کہ فلاں چیز کے بدلے میں نے تجھ سے خلع کیا تو جب تک عورت قبول نہ کرے گی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور عورت کے قبول کرنے کے بعد اگر شوہر کہے کہ میری مراد طلاق نہ تھی تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔ (خانیہ وغیرہ)

ظہار کا بیان

فرمان باری تعالیٰ ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ق وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ○ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ط اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِيْ وَلَدْنَهُمْ ط وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ط ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ط فَمَنْ

لَمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O (سورۂ مجادلۃ ۱ تا ۴)

ترجمہ: بیشک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے، وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بیشک بُری اور نِری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے، اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے، پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

•"اسلام سے پہلے عرب میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا کہ "اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ" تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت، تو اس قول سے وہ نکاح ٹوٹ جاتا اور عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی، رجوع کا دروازہ بھی بند ہو جاتا۔ اس کو اپنی اصطلاح میں ظہار کہا کرتے۔

اسلام میں سب سے پہلے ظہار کا جو واقعہ پیش آیا اس کے بارے میں اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں ظہار کے متعلق قرآنی احکام وضاحت سے بیان کر دیا گیا۔

ہوا یوں کہ ایک روز حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی اوس ابن صامت اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ پر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے، بڑھاپے کی وجہ سے ان کا مزاج چڑ

چڑا ہو گیا تھا غصہ سے کہہ دیا "اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ" زبان سے تو یہ کہہ بیٹھے لیکن لگے پچھتانے، خولہ کو پاس بلانے کی کوشش کی، اس نیک بندی نے جواب دیا: اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں خولہ کی جان ہے جب تک اللہ اور اس کا رسول ہمارے بارے فیصلہ نہ فرمائیں تم میرے نزدیک نہیں آسکتے، خولہ اٹھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے پیارے رسول! اوس نے جب میرے ساتھ شادی کی تھی اس وقت میں جوان تھی، صاحب مال تھی، میرے گھر والے بھی موجود تھے، اب میرا شباب رخصت ہو چکا، میں بوڑھی ہو چکی، میرے گھر والے بھی نہ رہے، مال بھی خرچ ہو گیا، اب اوس نے مجھے یہ الفاظ کہے ہیں، حضور! کیا ہمارے لیے کوئی گنجائش ہے کہ ہم ایک ساتھ رہ سکیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: تیرے بارے میں ابھی تک مجھے کوئی حکم نہیں ملا ہے، اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا، وہ بار بار یہ کہتی رہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہی جواب دیتے رہے، ساتھ ہی وہ اللہ کی جناب میں بھی فریاد کرتی رہی کہ الٰہی میں اپنی تنہائی اور اپنے خاوند سے جدائی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں۔ ایک روایت میں ان کے یہ الفاظ درج ہیں "اپنے فاقہ اور خستہ حال کا شکوہ میں اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر میں انہیں ان کے باپ کے سپرد کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ان کو اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکوں مریں گے" بار بار وہ آسمان کی طرف منہ اُٹھاتیں اور فریاد کرتیں، بحث و تکرار کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی غم زدہ اور پریشان حال بندی کی فریاد سن لی اور جبرئیل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا خولة ابشری اے خولہ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں حکم نازل فرما دیا۔ جاؤ اپنے خاوند کو بلا لاؤ، اَوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلام آزاد کرو، عرض کیا میرے پاس تو کوئی غلام نہیں، فرمایا پھر دو ماہ متواتر روزے رکھو، عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں دن میں تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگتی ہے، میں اتنی مدت کیسے روزہ رکھ سکتا ہوں، ارشاد ہوا

پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، عرض کرنے لگے آقا میں بہت غریب و نادار ہوں حضور میری مدد فرمائیں تو میں کھانا کھلا سکتا ہوں، اس غریب پرور آقا نے انہیں پندرہ صاع اپنے پاس سے عطا فرمائے، انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا، اس طرح حضرت خولہ پھر اپنے گھر آباد ہو گئیں، قد سمع اللہ کی آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس خصوصیت کی وجہ سے صحابۂ کرام ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں حضرت خولہ کے پاس سے گزرے۔ آپ دراز گوش پر سوار تھے، لوگوں کا ایک ہجوم ساتھ تھا، حضرت خولہ نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرنے لگیں۔ کہا اے عمر! وہ دن تجھے یاد ہیں جب تمہیں عُمیر کہا جاتا تھا پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المومنین کہنے لگے ہیں، پس اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ضروری چیز رہ نہ جائے، جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے، آپ بڑے صبر و تحمل سے کھڑے ان کی نصیحت کو سنتے رہے، جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین اس بڑھیا کے لیے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے، آپ نے فرمایا بخدا اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا، صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا، کیا تم نہیں جانتے یہ بوڑھی کون ہے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جس کی فریاد اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے؟ (ضیاء القرآن ج ۵، ۱۳۵/۱۳۶)

ظہار کا معنیٰ

ظہار کے یہ معنیٰ ہیں کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزء شائع کو یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا ایسی عورت کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس عضو کی طرف اس مرد کو دیکھنا حرام ہے جیسے کہا تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کے مثل ہے۔

مسئلہ: عورت نے مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو کچھ نہیں۔ (جوہرہ و بہار)

مسئلہ: محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ان سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظاہر کیا تو یہ الفاظ ظہار کے لیے صریح ہیں۔ ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو ہر حالت میں ظہار ہی ہے۔ اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاء تصدیق نہ کی جائے گی اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (درمختار ہندیہ و بہار)

مسئلہ: عورت کو ماں بیٹی یا بہن کہا تو ظہار نہ ہوا مگر ایسا کہنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: ظہار کی تعلیق بھی ہو سکتی ہے جیسے کہا اگر فلاں کے گھر گئی تو ایسی ہے تو ظہار ہو جائے گا۔ (ہندیہ و بہار)

ظہار کا حکم

ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے دے اس وقت تک اس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا اس کو چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں۔ مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں۔ اگر کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرلے اس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (جوہرہ درمختار و بہار)

ظہار کا کفارہ

ظہار کرنے والا جماع کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ جماع نہ کرے اور عورت اس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں۔ اور جماع کا ارادہ تھا مگر زوجہ مرگئی تو کفارہ واجب نہ رہا۔ (ہندیہ و بہار) ظہار کا کفارہ غلام یا کنیز آزاد کرنا ہے اور جو یہ نہ ہو سکے تو لگاتار دو مہینہ کے روزے جماع سے پہلے رکھے اور روزہ بھی رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (ہدایہ وغیرہ) مسئلہ: روزہ سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اس مدت کے اندر ماہ رمضان ہو نہ عید الفطر نہ عید اضحیٰ نہ ایام تشریق ہاں اگر مسافر ہے تو

ماہ رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھ سکتا ہے مگر ایام منہیہ میں مسافر کو بھی اجازت نہیں۔ (درمختار و جوہرہ)

مسئلہ: کفارہ کا روزہ توڑ دیا چاہے کسی عذر سے توڑا یا بلا عذر یا ظہار کرنے والے نے جس عورت سے ظہار کیا ان دو مہینوں کے اندر دن یا رات میں اس سے صحبت کی جان کر کی ہو یا بھول کر تو پھر سے دو مہینہ کے پورے روزے رکھے اور پہلے کے روزے بیکار گئے۔ اس لیے کہ صحبت سے پہلے پورے دو مہینہ لگاتار روزے شرط ہیں۔ (درمختار و ردالمحتار)

مسئلہ: روزے رکھنے پر بھی اگر قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا متفرق طور پر۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس اثنا میں روزے پر قدرت حاصل نہ ہو نہیں تو کھلانا صدقہ نفل ہو جائیگا اور کفارہ میں روزے رکھنے ہوں گے۔ اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلایا۔ دوسرے وقت اس کے سوا دوسرے ساٹھ کو کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کھلائے۔ (درمختار و ردالمحتار و ہندیہ)

مسئلہ: شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ان میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو۔ ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔ (درمختار و ردالمحتار)

مسئلہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر یعنی آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے۔ مگر اباحت کافی نہیں۔ اور انہیں لوگوں کو دے سکتے ہیں جنہیں صدقہ فطرہ دے سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کو کھلا دے اور شام کے لیے قیمت دے دے یا شام کو کھلا دے اور صبح کو کھانے کی قیمت دے دے یا دو دن صبح کو یا شام کو کھلا دے یا تیس کو کھلائے تیس کو دے دے غرض یہ کہ ساٹھ کی گنتی جس طرح چاہے پوری کرے یا چوتھائی صاع گیہوں یا آدھا صاع جو دے دے یا کچھ گیہوں یا جو دے باقی کو قیمت دے ہر طرح ہو سکتا ہے۔ (درمختار و ردالمحتار)

مسئلہ: کھلانے میں پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے چاہے تھوڑا ہی کھلانے سے پیٹ بھر

جائے۔اور اگر پہلے ہی سے کوئی آسودہ تھا تو اس کا کھانا کافی نہیں۔اور بہتر یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور سالن کھلائے اور اس سے اچھا کھانا ہو تو اور بہتر۔اور جو کی روٹی ہو تو سالن ضروری ہے۔(درمختار ردالمحتار و بہار)

مسئلہ: ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا یا ہر روز صدقہ فطر کے برابر دے دیا جب بھی کفارہ ادا ہو گیا۔اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دے دیا۔(ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے) یا اس کے لیے سب بطور اباحت دیا تو صرف اس ایک دن کا ادا ہوا۔ یوں ہی اگر تیس مسکینوں کو ایک ایک صاع گیہوں دے یا دو دو صاع جو تو صرف تیس کو دینا قرار پائے گا یعنی تیس مسکینوں کو پھر دینا پڑے گا یہ اس صورت میں ہے کہ ایک ہی دن میں دیا ہو اور دو دن میں دیا تو جائز ہے۔(ہندیہ و بہار وغیرہ)

مسئلہ: ظہار میں یہ ضروری ہے کہ قربت سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے اور اگر ابھی پورے ساٹھ کو کھلا نہیں چکا ہے اور درمیان میں وطی کی تو اگرچہ یہ حرام ہے مگر جتنے کو کھلا چکا وہ بے کار نہ ہوا باقیوں کو کھلا دے سرے سے پھر ساٹھ کو کھلانا ضرور نہیں۔(جوہرہ و بہار)

مسئلہ: جس کے ذمہ کفارہ تھا وہ مر گیا اس کے وارث نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا قسم کے کفارہ میں کپڑے پہنا دیئے تو کفارہ ادا ہو جائے گا اور غلام آزاد کا تو نہ ادا ہوگا۔(ردالمحتار)

نوٹ: ایلا، ظہار اور خلع کے متعلق تفصیلی مسائل فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت اور دیگر کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مصادر و مراجع

القرآن الکریم — کنز الایمان و خزائن العرفان
ضیاء القرآن — تبیان القرآن
بہار شریعت — قانون شریعت
یاایھا الذین آمنوا